30.XI.

Presented to
Mr Asaf A. A. Fyzee
with compliments.
K A Nizami
25. XI. 51.

شاہ ولی اللہ دہلوی کے سیاسی مکتوبات

خلیق احمد نظامی

لکچرار شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی، علی گڈھ

سلسلہ تصانیف مشائخ

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے سیاسی مکتوبات

از

خلیق احمد نظامی

ایم۔ اے۔ ال۔ ال۔ بی

لیکچرار شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

قیمت .... عہ/

جناب پروفیسر محمد حبیب صاحب

بی۔اے (آکسن) بار ایٹ لا
صدر شعبہ سیاسیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

کی

خدمت میں

۷۸۶

"سلسلہ تصانیف مشائخ"

دیباچہ

ہندوستان کے صوفیاء اور مشائخ کی تصانیف اور حالات کے مطالعہ کا شوق دادا مرحوم جناب مولوی فریداحمد صاحب نظامیؒ کی صحبت میں پیدا ہوا اور جناب پروفیسر محمد حبیب صاحب (مسلم یونیورسٹی علی گڈھ) کی رہبری میں بڑھا۔ آج سے آٹھ دس سال قبل یہ طے کیا تھا کہ "سلسلہ مشائخ ہند" کے عنوان سے ہندوستان کے اولیاء کرام کے حالات معتبر ماخذ کی روشنی میں پیش کیئے جائیں اور ان کی تصانیف کو صحت کے ساتھ شائع کیا جائے۔ کہ ہندوستان کی تمدنی تاریخ کا ایک اہم باب اُن کی حیات طیبہ سے وابستہ ہے۔ کئی سال کے بعد "مشائخ چشت" (متاخرین) کی پہلی جلد (حضرت شاہ کلیم اللہ دہلویؒ سے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی تک) اور حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ کی سوانح تیار ہوئی۔ ۱۹۴۶ء میں جب کہ ان کتابوں کو طباعت کے لیئے ایک ادارہ کے سپرد کردینے والا تھا، تقسیم ہند نے ملک کی ساری فضا بدل دی۔ اور حالات ایسے ناساز گار ہوگئے کہ اشاعت و طباعت کی ساری

گفتگو بے محل معلوم ہونے لگی۔ اسی مدت میں دو اور کتابیں یعنی خیر المجالس (ملفوظات حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی) اور سرور الصدور (ملفوظات حضرت شیخ فریدالدین محمود بن شیخ حمیدالدین سوالی ناگوری خلیفہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی) ایڈٹ کرنے کا موقع مل گیا۔ اب یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس میں کس کتاب کو پہلے شائع کرنے کا بندوبست کروں کہ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کے مکتوبات کا ایک نادر مجموعہ دستیاب ہوا۔ دل نے فیصلہ کیا کہ اسی کے انتخاب سے اس سلسلہ کا آغاز کیا جائے۔ حالات نے مساعدت کی تو انشاء اللہ بقیہ کتابیں بھی ایک ایک کر کے ہدیہ ناظرین کر دی جائیں گی۔

ان مکتوبات کی ترتیب کے متعلق بھی کچھ عرض کرنا ہے۔ مقدمہ میں عمداً اختصار سے کام لیا گیا ہے۔ مقصد یہ تھا کہ مختصر سے مختصر راہ سے ناظرین کو مکتوبات تک پہونچا دیا جائے۔ اس کے بعد جن جن پہلوؤں کی مزید تفصیلات درکار ہوں ان کو ضمیمہ جات میں دیکھا جائے۔ اٹھارویں صدی میں ہندوستان کی سیاست پر ایک تفصیلی ضمیمہ مرتب کیا تھا لیکن کتاب کا حجم بڑھ جانے کے باعث اس کو حذف کرنا پڑا۔ میں نے اپنی بساط برابر کوشش کی ہے کہ ان مکتوبات کے تمام تاریخی اشارات کی وضاحت حواشی میں کر دی جائے۔ پھر بھی بہت سے نقائص رہ گئے ہیں اور مجھے ان کا احساس ہے۔

مجھے جناب پروفیسر محمد حبیب صاحب کا شکریہ ادا کرنے کے لیے الفاظ نہیں ملتے کہ انہوں نے اپنی انتہائی مصروفیت کے باوجود اس کتاب کا مسودہ ملاحظہ

فرمایا اور "تعارف" لکھ کر کتاب کی افادیت میں اضافہ کیا اور میری عزت افزائی فرمائی میں جناب شیخ عبدالرشید صاحب کا بے حد مشکور ہوں کہ انہوں نے شروع سے آخر تک اس کتاب کی اشاعت میں حصہ لیا۔ اور تقریب لکھ کر ذرہ نوازی فرمائی۔ علاوہ ازیں میں ڈاکٹر آر۔پی۔ تریپاٹھی وائس چانسلر ساگر یونیورسٹی کا بھی ممنون ہوں کہ انہوں نے ان مکتوبات کی اشاعت میں دلچسپی لی اور مفید مشورے دیئے۔ یہ کتاب شاید اس قدر جلد شائع نہ ہوسکتی اگر جناب ماموں مولانا نسیم احمدؒ صاحب فریدی کی امداد اور رہبری شامل حال نہ ہوتی۔ انہوں نے کتابت کی تصحیح اور مکتوبات کے ترجمہ میں میرا ہاتھ بٹایا۔

خلیق احمدؐ نظامی

نفیس منزل۔ بدرباغ
مسلم یونیورسٹی۔ علی گڑھ
۲۵ دسمبر سنہ ۱۹۵۰ء

فہرست مضامین

تعارف

(از جناب پروفیسر محمد حبیب صاحب بی، اے (آکسن)، بار ایٹ لا۔

صدر شعبہ سیاسیات مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

میرے نوجوان رفیق کار، خلیق احمد صاحب نظامی نے ہند کے قرون وسطیٰ کی تاریخ اور اس کے لٹریچر کا جس گہرے انہماک اور ذہنی یکسوئی کے ساتھ مطالعہ کیا ہی اُس سے میں نے مستقبل کی بڑی امیدیں وابستہ کی ہیں۔ کامل غیر جانبداری اور ناقدانہ تحقیق اُن کی علمی کاوشوں کی امتیازی خصوصیات ہیں۔ ان کی مساعی کا واحد مقصد یہ ہے کہ تاریخ کے تاریک گوشوں کو روشنی میں لایا جائے اور جو چیزیں منصۂ شہود پر نہیں آئی ہیں انکو پیش کیا جائے۔ موجودہ تالیف ان کے اس انداز تلاش، تحقیق کی ایک اچھی مثال ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کو متفقہ طور پر اٹھارویں صدی کا سب سے ممتاز عالم اور صوفی تسلیم کیا جاتا ہے۔ ہمارے عہد کے بعض اہل علم، خصوصاً مولانا خلیل احمد صاحب علی گڈھی اور مولانا عبید اللہ صاحب سندھی شاہ صاحبؒ کی تصانیف کے مطالعے اور ممدوح کی اخلاقی و مذہبی تعلیمات کی تشریح کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر چکے ہیں۔ اب نظامی صاحب نے ملک کے سامنے شاہ صاحبؒ کی سیاسی آرا اور سیاسی ردعمل کے متعلق پہلی بار نہایت قیمتی مواد پیش کیا ہے دہلی، ہندوستان کے تمام شہروں میں سب سے زیادہ باعظمت اور اسی کے ساتھ سب سے

بن کر بد قسمت شہر رہا ہے۔ اس کی بنا سلطان شمس الدین التمش کے ہاتھوں پڑی۔ اور سلطان علاء الدین نے اس کو پروان چڑھایا۔ یہاں تک کہ فارغ البالی کا یہ حال ہو گیا کہ (بقول شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی رح) معمولی فقیروں کے پاس ایک چھوڑ دو دو مکان ہوتے تھے۔ اس محبوب شہر کی تعریف میں امیر خسرو اور عصامی کے نغمے آج تک دنیا کے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ بلکہ عصامی نے تو ہر موسم میں دہلی کی آب و ہوا کے معتدل ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ ع بہ ہر چار فصلش ہوا معتدل۔ آخر ۱۳۹۸ء میں تیمور کے حملہ کا سیلاب آیا جس نے دہلی کو کھنڈروں کا ڈھیر بنا دیا۔

لیکن دہلی کے مقدر میں بگڑ کر پھر بننا تھا۔ اور اگرچہ آگرہ اس کا مدمقابل تھا تاہم شاہان مغلیہ کے عہد میں دہلی کی گئی ہوئی شان و شوکت پھر واپس آ گئی جب سلطنت مغلیہ کا زوال شروع ہوا تو دہلی بے سہارے رہ گئی۔ اگرچہ اس کی ظاہری شان میں چنداں فرق نہ آیا۔ بہادر شاہ اول کی وفات سے لیکر برطانوی حکومت کے قیام تک اہل دہلی کو جن مسلسل اور ہولناک مصائب کا سامنا کرنا پڑا اُن کے مقابلہ میں تیمور کا قتل عام کچھ بھی نہ تھا محلات میں ریشہ دوانیاں ہو رہی تھیں اور چاروں طرف خانہ جنگی پھیلی ہوئی تھی کہ نادر شاہ کا حملہ ہو گیا۔ اس حملہ نے دہلی کی رہی سہی شان بھی خاک میں ملا دی۔ ان حالات میں جب شاہ ولی اللہ صاحب رح نے احمد شاہ ابدالی سے یہ اپیل کی

بخدا می پناہم از انکہ بدستور نادر شاہ
رابعمل آید کہ مسلمانان را زیر و زبر ساخت

و مرہٹہ وجٹ را سالم و غانم گذاشت
رفت، ازاں باز دولت کفار قوت یافت
و جنود اسلام ازہم پاشید و سلطنت دہلی
بمنزلہ لعب صبیان گشت" ص ۵۲

تو حقیقت میں وہ دہلی کے تمام باشندوں کے جذبات کی ترجمانی کر رہے تھے۔

نادر شاہ کے حملہ کے بعد جیسا کہ شاہ صاحب نے فرمایا ہے "از سلطنت بجز نامے باقی نماند"۔ اہل دہلی اور باشندگان ہند، مرہٹوں سکھوں اور جاٹوں کا تسلط ضرور گوارا کر لیتے بشرطیکہ مغل فاتحوں کی طرح ان کے سامنے کوئی تعمیری اسکیم ہوتی۔ مگر وہ، نہ تو سلطنت مغلیہ کا احیاء کر سکتے تھے نہ اس کے عوض میں کوئی ویسی ہی عمدہ کل ہند حکومت قایم کر سکتے تھے۔ اور معاصرین نے اس حقیقت کو خوب سمجھ لیا تھا۔

میں اسے ضروری نہیں سمجھتا کہ ان خیالات کو پھر دہراؤں جو نظامی صاحب نے اس قدر وضاحت سے اپنے مقدمے میں پیش کئے ہیں۔ شاہ صاحبؒ نے احمد شاہ ابدالی کو بالکل صحیح اطلاع دی تھی کہ ان قوتوں میں سے کوئی بھی "عوام" کی نمائندہ نہیں اور یہ کہ ان میں سے کسی میں یہ دم نہیں کہ ایک زبردست حملے کی تاب لا سکے۔

حالات بالا میں یہ ناگزیر تھا کہ اس عہد کا ایک فاضل جو قرون وسطیٰ کی اسلامی تہذیب کا حامل تھا "قدیم حقائق" کے نام پر اپیل کرے اور نیز احمد شاہ ابدالی اور نجیب الدولہ

کو ان "قدیم حقائق" کا از سرِ نو زندہ کرنے والا تصور کرے۔ ان دونوں لیڈروں کی قابلیت اور عظمت سے انکار کرنا غیر ممکن ہے۔ لیکن ہندوستان کا نجات دہندہ بننا ان دونوں میں سے کسی کی قسمت میں نہ تھا۔

میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ صرف میرا خیال ہی ہے یا واقعی شاہ صاحبؒ کا یہ عقیدہ تھا کہ اس وقت ایک اہم انقلاب ضروری تھا!

جس زمانہ میں یہ خطوط لکھے جا رہے تھے انگلستان واضح طور پر ایک صنعتی انقلاب کی راہ پر گامزن تھا۔ سرمایہ داری تیزی کے ساتھ بڑھتی آ رہی تھی اور دو زبردست انقلاب (امریکی اور فرانسیسی)، جو مغربی دنیا کا ڈھانچہ بدل دینے والے تھے چند سال کے عرصے میں رونما ہونے کو تھے۔ یورپ کے مزدور طبقے کی مشکلات جو کچھ بھی رہی ہوں تاہم یہ حقیقت ہے کہ اصول تنظیم اور نظری و عملی سائنس میں یورپ ایشیا سے بازی لے گیا تھا۔ اب جنگ میں محض نظم، ترتیب اور جرأت و دلیری ہی نہیں بلکہ سائنس اور صنعت کا سوال تھا، جیسا کہ نپولین کے مقابلہ میں انگریزوں کی فتح سے ظاہر ہے۔

نظامی صاحب نے بالکل صحیح لکھا ہے کہ پانی پت کی تیسری جنگ نے پلاسی کے فاتحوں کے لئے راستہ صاف کر دیا۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ آیا عقلاً اس چیز کا جواز بھی نکلتا ہے۔ یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ ہندوستان بھی، چین کی طرح بیرونی تسلط سے بچتے ہوئے عصرِ نو کا خیر مقدم کرتا، تاکہ اس کی قومی تاریخ کا تسلسل برقرار رہتا۔ یہی وہ نقطہ نظر ہے جس نے شاہ

ولی اللہ کے سیاسی افکار کی قدر و قیمت بہت کچھ بڑھادی ہے اور جس کا نظامی صاحب نے نہایت دقیقہ رسی سے تجزیہ کیا ہے۔ درحقیقت شاہ صاحب "سماجی تحفظ" کے حامی تھے اور یہ چاہتے تھے کہ ہند کے شاندار ماضی کی روشنی میں ملک کے سیاسی اداروں کو از سر نو زندہ کیا جائے۔

محمد حبیب

تقریب

(از جناب شیخ عبدالرشید صاحب ام۔اے۔ال۔ال۔بی)

صدر شعبہ تاریخ مسلم یونیورسٹی علیگڈھ

سماج میں جب کوئی زبردست تبدیلی پیدا ہونے والی ہوتی ہے، تو خواہ وہ سیاست اور انسانی تعلقات کے حدود میں ہو یا اقتصادیات اور تہذیب کے شعبے میں اس کا عکس سب سے پہلے حساس اور بیدار ذہنوں میں نظر آتا ہے۔ اور جسے تہلکہ کہتے ہیں وہ بعد میں رونما ہوتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی رح اسی زمرے میں ہیں۔ ان کی عارفانہ بصیرت کے سامنے وہ تمام فتنے بے حجاب تھے جنہوں نے کچھ عرصے بعد مغلوں کی سلطنت کو پارہ پارہ اور مسلمانوں کی معاشرت کو زیر و زبر کر دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب رح کی زندگی کا مقصد کیا تھا، ان کی شخصیت میں کون سے عناصر تھے اور وہ مسلمانوں کو کس خطرے سے آگاہ کرنا چاہتے تھے، یہ اور اسی قسم کے دوسرے سوال ہیں جن پر مسلمانوں کو غور کرنا چاہیئے۔ واقعہ یہ ہے کہ شاہ صاحب کے متعلق ہماری واقفیت جوں جوں بڑھتی جائے گی اتنا ہی یہ احساس تیز ہوتا جائے گا کہ شاہ صاحب کا کارنامہ بڑی اہمیت اور قدر و قیمت کا حامل ہے۔

خلیق احمد صاحب نظامی نے شاہ ولی اللہ صاحب رح کے خطوط کا یہ مجموعہ مرتب

کر کے ایک زبردست خدمت انجام دی ہے۔ یہ مجموعہ مسلمانوں کی ذہنی اور روحانی تاریخ کو سمجھنے میں بہت مفید ثابت ہوگا کیونکہ اس کے ورق ورق میں وہ درد اور وہ گداز ہے جو شاہ صاحبؒ کے رگ دپے میں جاری وساری تھا۔ ان خطوں سے پتہ چلتا ہے کہ شاہ صاحب آنے والی تباہی کو بہت قریب سے دیکھ رہے تھے۔ چینیوں کے یہاں ایک مخصوص علامت ہے جس کا ایک پہلو "خطرہ" کی طرف اشارہ کرتا ہے اور دوسرا "امکان" کو ظاہر کرتا ہے۔ شاہ صاحب کی حیثیت اٹھارویں صدی کے ہندوستان میں بالکل اسی علامت کی سی تھی۔ وہ ایک طرف آنے والے خطرات سے آگاہ کرتے تھے دوسری طرف نئے امکانات اور بیماریوں کے علاج کا پتہ دیتے تھے۔

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کے کارنامہ کی قدر وقیمت کا اندازہ لگانے کے لیئے ضروری ہے کہ اٹھارویں صدی میں مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، اقتصادی اور ذہنی حالت پر نظر رکھی جائے۔ عام طور پر مشہور یہ ہے کہ مسلمانوں کا ضعف، ان کی تہذیب کا زوال، مردہ پرستی، اخلاقی جمود، اور زندگی کے حقائق سے فرار، نتیجہ تھا سلطنت مغلیہ کے زوال اور اس کے اقتدار کے خاتمہ کا۔ لیکن واقعہ اس کے برعکس ہے۔ دراصل مغلوں کی قوت اور حکومت کا زوال نتیجہ تھا مسلمانوں کے زوال اور انتشار کا۔ تن آسانی اور تعیش نے مسلمانوں کی روح کو مضمحل کر دیا تھا۔ تہذیبی زوال کو روکنے کے لیئے جو عناصر ابھرے تھے وہ خود ان اثرات کے ماتحت، نیز اقتصادی اور نفسیاتی ابتری کے باعث کمزور پڑ گئے تھے۔ جن لوگوں میں عمل کا حوصلہ تھا وہ فساد کے قائل ہو گئے تھے اور عیش امروز

مرتب کیا کہ اگر اس کی پیروی کی جاتی تو ہندوستان کے مسلمانوں کی تاریخ میں ایک نیا باب کھل جاتا اور اجتماعی زندگی کو تقویت حاصل ہو جاتی۔ مگر اس نسل نے شاہ صاحب کی اس بروقت تنبیہہ سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور اپنی غفلت کی سزا پائی۔

شاہ صاحب کو مغلوں کی حکومت کے سنبھل جانے کی کوئی امید نہ تھی، نہ یہ اُن کی خواہش تھی اور نہ وہ اسے پسند کرتے تھے، ہاں البتہ وہ اس کے زوال کو اس وقت تک کے لیئے روک دینا چاہتے تھے۔ جب تک اس کا کوئی نعم البدل نہ مل جائے ان کے خیال میں نظام حکومت کا بہترین نمونہ خلافت راشدہ تھی اور وہ یہ چاہتے تھے کہ اس قسم کی حکومت ہندوستان میں قائم ہو جائے تاکہ لوگوں میں اتحاد اور اتفاق ہو اور وہ خوشی اور فارغ البالی کی طرف قدم بڑھائیں۔

خلیق احمد صاحب نظامی نے یہ خطوط ایک بڑے مجموعہ سے منتخب کیئے ہیں۔ ان خطوط کی دلچسپی اور افادیت یہ ہے کہ ان میں شاہ صاحب نے اپنے زمانہ کی سیاسی حالت کا تجزیہ اور مطالعہ بڑی گہری نظر سے کیا ہے اور مغلوں کے زوال، اُن کی معاشرت کی خرابیوں اور ملک کے اقتصادی بحران پر مدلل بحث کی ہے۔

شاہ صاحب کی زندگی اور ان کی تعلیمات کو سمجھنے اور حالات کے مطابق سمجھانے کی ضرورت جس قدر آج ہے، اتنی شاید کبھی نہ ہوگی اور ہمیں خلیق احمد صاحب نظامی کا ممنون ہونا چاہیئے کہ انہوں نے موجودہ نسل کی اس ضرورت کو پورا کیا ہے۔

شیخ عبدالرشید

کا نعرہ لگا کر فرد اس سے بے نیاز ہو گئے تھے۔ اور دوسری طرف جن لوگوں میں عمل کا ذوق نہیں تھا وہ نئے حالات سے مار کھاتے جا رہے تھے اور ان کی بےعملیت اور اخلاقی کمزوری، زوال کی رفتار کو تیز کرتی جا رہی تھی۔ یہ لوگ گزرے ہوئے زمانہ سے شرمندہ اور آنے والے زمانہ سے ناامید تھے۔ خلفائے راشدین کی سیرت اور ان کے کارنامے، ان کی بے سود اور بے مصرف زندگی میں گرمی یا روشنی پیدا کرنے سے معذور تھے۔ یہ سب پرانی تہذیب کا خستہ لبادہ اوڑھے ہوئے بیٹھے تھے اور افسانوی شترمرغ کی طرح انہوں نے اپنے سروں کو مغلیہ سلطنت کی عظمت کے ریگ میں چھپا رکھا تھا۔

شاہ ولی اللہ نے اس ماحول میں اعلان کیا: "مجھے خدا نے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اس زمانہ کا مجدد، وصی اور قطب ہوں۔ مجدد کے منصب کا خلاصہ یہ ہے کہ وہ شریعت کے قوانین کی توجیہ و تفسیر کو سنت کے مطابق کرے اور اس میں قیاس کو ہرگز دخل نہ دے، اور تعلیمات اور نظریات کو پیش کرتے وقت صحابہ اور تابعین کے افعال و اعمال کو سامنے رکھے۔ وصیت سے مراد یہ ہے کہ دین کے ان قوانین کو جو بتاتے ہیں کہ حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے، رسول کے اسوۂ حسنہ اور ان کے ارشادات کی روشنی میں ترتیب دے۔ قطب وہ ہے جو خدا کی مرضی کو موجودہ حالات اور ضروریات میں بنی نوع انسان پر ظاہر کر دے اگر خدا نے چاہا تو میری کوششوں سے مسلمانوں میں ایک نئی زندگی پیدا ہو جائے گی"

شاہ صاحب رح نے مسلمانوں کو جگانے کی کوشش کی۔ ان کے لئے ایک نظام عمل

مقدمہ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے جب آنکھ کھولی تو سلطنتِ مغلیہ کا آفتاب لبِ بام آچکا تھا، معاشرہ اور سیاست کا پُرانا نظام منہدم ہو رہا تھا زندگی کے ہر شعبہ میں زوال و انحطاط کے اثرات نہایت سُرعت کے ساتھ کام کر رہے تھے، سارا نظام کھوکھلا ہو چکا تھا، اور اخلاقی قدروں کی گرفت ڈھیلی پڑ رہی تھی، مرکز کے کمزور ہو جانے کے باعث ساری سلطنت میں ابتری بدنظمی اور طوائف الملوکی پھیلی ہوئی تھی، شاہ جہاں اور اورنگ زیب کی دہلی اپنی عظمتِ دیرینہ کو خیرباد کہہ چکی تھی ہندوستان کا یہ قلب و جگر جس کی عظمت و شوکت کے ترانے کبھی اس طرح گائے گئے تھے ؎

حضرتِ دہلی کنفِ دین و داد ۔۔۔ جنّت عدن است کہ آباد باد
ہست چو ذاتِ ارم اندر صفات ۔۔۔ حرسہا اللہ عن الحادثات
ملک ز دروازہ او فتح یاب ۔۔۔ سیزدہ دروازہ و صد فتح یاب
نام بلندش رہِ بالا گرفت ۔۔۔ تا بہ ختن شدرہِ یغما گرفت

۲

گر شنود قصۂ این بوستاں
بکہ شود طائفِ ہندوستاں (امیر خسروؒ)

اس وقت "بمنزلہ لعبِ صبیاں" تھا۔ دکن سے جو طوفان اٹھتا تھا وہ لال قلعہ سے آکر ٹکراتا تھا پنجاب سے جو آندھی اٹھتی تھی اس کے زلزلے دہلی میں محسوس ہوتے تھے۔ جاٹوں کا جو ہنگامہ برپا ہوتا تھا اس کی جولان گاہ یہی بدبخت شہر بنتا تھا، امراء کی شاطرانہ چالوں کی بساط قلعہ معلّٰی ہی کے اندر بچھتی تھی، دہلی کے وہ باشندے جنہوں نے شاہجہاں اور اورنگ زیب کے عہد میں امن اور چین کے ساتھ زندگی بسر کی تھی ان پیہم ہنگامہ آرائیوں سے تنگ آگئے تھے، ان کو اپنی عزت و ناموس کا بچانا محال نظر آتا تھا، زمین و آسمان کا بدلا ہوا رنگ دیکھ کر ان پر بدحواسی، مایوسی، وحشت، کم ہمتی، اور خود فراموشی کے وہ مہیب انتشار طاری تھے جنہوں نے ساری قوم کو بے کار اور مفلوج کر دیا تھا۔

بادشاہ ہنگامہائے ناؤ نوش میں مدہوش اور عیش و عشرت میں غرق تھے۔ ان کے چاروں طرف امراء کی سازشوں کا ہولناک جال بچھا ہوا تھا۔ صوبوں میں خود مختاریاں اور نوابیاں قائم ہو رہی تھیں، سارا ملک سیاسی بخت آزمائی اور کشمکش کا بازیچہ بن گیا تھا، پارٹی بندی کے مسموم اثرات محلات سے گزر کر عوام کی زندگی میں تلخی پیدا کر رہے تھے!

فوج میں ابتری پھیلی ہوئی تھی بددیانتی، غداری، حکم عدولی اور بغاوت نے

عسکری نظام کو تباہ کر دیا تھا۔ فوج اس قابل نہ رہی تھی کہ وہ ملک کے سرکش عناصر کا استیصال کر سکے۔ مجبوراً بادشاہوں کو اپنے دشمنوں سے صلح خریدنی پڑتی تھی اور اس طرح سلطنتِ مغلیہ کا اقتدار دن بدن کم ہوتا جاتا تھا۔

اقتصادی حالت سب سے زیادہ تباہ تھی، صوبہ داریوں کے قایم ہو جانے کے باعث آمدنی کے اصلی ذرائع ختم ہو چکے تھے جو علاقے باقی رہ گئے تھے، وہ جاگیرداروں اور منصب داروں کے قبضہ میں تھے

سلطنتِ شاہ عالم

از دہلی تا پالم

کا نقشہ تھا. خالصہ کا علاقہ کم ہو جانے کے باعث بادشاہوں کی حالت گداگروں سے بدتر تھی۔[1]

مرہٹے، سکھ، جاٹ، روہیلے، سب ہی ملک گیری کی ہوس پیدا ہو گئی تھی، ملک کے گوشہ گوشہ میں باغیانہ قوتیں کام کر رہی تھیں، لوٹ مار اور قتل و غارت گری کا بازار گرم تھا اور شاہانِ مغلیہ کا تاج طوفانی موجوں کے آغوش میں کھلونا بنا ہوا تھا!

شاہ ولی اللہ صاحب رح کے دل و دماغ پر ان حالات کا جو اثر ہوا اس کا

---

[1] اس زمانہ میں شہزادیوں کو تین تین دن کے فاقے کرنے پڑے ہیں۔ ملاحظہ ہو تاریخ عالمگیر ثانی (قلمی) ص ۱۹۰
نیز Fall of the Mughal Empire Vol. II, P. 36-37

اندازہ تو اُن کے اس شعر سے ہوتا ہے ؎

کانّ نجوماً او مضت فی الغیاھب

عیون الافاعی او روس العقارب

تاریکیوں میں جو ستارے چمک رہے ہیں، مجھے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ ناگوں کی آنکھیں ہیں یا بچھوؤں کے سر ہیں)

لیکن مایوسی اور قنوطیت کو انھوں نے پاس نہ آنے دیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ طوفان کے ہر تھپیڑے نے اُن کے مرکب ہمت کے لئے مہمیز کا کام کیا۔ اُنھوں نے حالاتِ گرد و پیش کا جائزہ پوری سیاسی بصیرت کے ساتھ لیا۔ زوال و انحطاط کے ایک ایک سبب پر غور کیا۔ ہندوستان کے بسنے والوں کی عام حالت کا اندازہ لگایا۔ اُمراء و سلاطین کی انفرادی صلاحیتوں کو پرکھا اور پھر اپنے اصلاحی پروگرام کا خاکہ تیار کیا وہ زندگی کے اُن تمام گوشوں سے واقف تھے جن میں اصلاح کی ضرورت تھی۔ تفہیمات میں فرماتے ہیں۔

" ملاء اعلیٰ کی طرف سے اصلاحی مطالبات کا اس زمانہ میں جن جن امور کے متعلق تقاضا ہو رہا ہے اُس کا ایک طویل باب ہے"

اُن کا اعتقاد تھا کہ یہ" اصلاحی مطالبات اُن ہی کے ذریعہ سے پورے ہوں گے۔ چنانچہ فیوض الحرمین میں ارشاد ہوتا ہے۔

" رأیتنی فی المنام قائم الزمان اعنی بذلک

ان اللہ اذا اراد شیئاً من نظام الخیر جعلنی کالجارحۃ لاتمام مرادہ" ص ۸۹

"میں نے خواب میں اپنے آپ کو دیکھا کہ میں قائم الزمان ہوں جس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب بھلائی اور خیر کے کسی نظام کو قائم فرمانا چاہتا ہے تو مجھے اس مقصد کی تکمیل کے لئے گویا ایک آلہ یا واسطہ بنا لیتا ہے۔

زوال کے اسباب شاہ صاحبؒ کی نظر میں

شاہ صاحبؒ نے "مسلم سوسائٹی" اور "سلطنتِ مغلیہ" کے زوال و انحطاط کے اسباب علیحدہ علیحدہ متعین کئے تھے۔ اُن کی تصانیف کا اگر بغور مطالعہ کیا جائے تو ان دونوں کے متعلق اُن کے خیالات کا پتہ چل سکتا ہے۔ مسلم سوسائٹی کے زوال کا سبب اُن کے خیال میں مذہبی شعار سے بے اعتنائی اور علومِ دینیہ سے بے تعلقی تھی۔ سلطنتِ مغلیہ کے زوال کا سبب انھوں نے اقتصادی انحطاط کو قرار دیا تھا، اس ہی کے باعث تمام سیاسی انتشار اور بدنظمیاں پیدا ہوئی تھیں۔ فرماتے ہیں کہ جس سوسائٹی میں اقتصادی توازن نہ ہو اس میں طرح طرح کے روگ پیدا ہو جاتے ہیں، نہ وہاں عدل و انصاف قائم ہو سکتا ہے اور نہ مذہب اپنا اچھا اثر ڈال سکتا ہے۔

اُنھوں نے مسلم سوسائٹی کے ہر ہر طبقہ سے خطاب کرکے اس کی بے راہ روی پر اُسے متنبہ کیا۔ تفہیمات کا وہ حصّہ خاص طور سے مطالعہ کے قابل ہے جس میں اُنھوں نے مسلم سوسائٹی کے ایک ایک گروہ کو نام بنام مخاطب کیا ہے اور اس کے نقائص بیان کئے ہیں جہاں تک معاشی خرابیوں کا تعلق ہے اس میں تقریباً ہر طبقہ کو یکساں گرفتار پایا ہے، امیروں سے خطاب کرتے ہیں:

"اے امیرو! دیکھو! کیا تم خدا سے نہیں ڈرتے؟ دنیا کی فانی لذتوں میں تم ڈوبے جا رہے ہو اور جن لوگوں کی نگرانی تمہارے سپرد ہوئی ہے ان کو تم نے چھوڑ دیا ہے تاکہ اُن میں بعض بعض کو کھاتے اور نگلتے رہیں۔ تمہاری ساری ذہنی قوتیں اس پر صرف ہو رہی ہیں کہ لذیذ کھانوں کی قسمیں پکواتے رہو اور نرم و گداز جسم والی عورتوں سے لطف اُٹھاتے رہو، اچھے کپڑوں اور اونچے مکانات کے سوا تمہاری توجہ کسی طرف منعطف نہیں ہوتی۔"

سپاہیوں سے کہتے ہیں:

"تم اعتدال کی راہ اپنے خرچ میں اختیار کرو اور محض اتنی روزی پر قناعت کرنے کے لئے آمادہ ہو جاؤ جو بآسانی تمہیں اُخروی زندگی کے نتائج تک پہنچا دے..... دیکھو! اپنے خرچ کو اپنی آمدنی سے کم رکھا کرو، پھر جو بچ جایا کرے اس سے مسافروں کی مسکینوں کی مدد کیا کرو۔ اور کچھ

اتفاقی مصائب اور ضرورتوں کے لئے پسماندہ بھی کیا کرو۔"

مشائخ کو للکارتے ہیں:

"ہم ایسے لوگوں کو قطعاً پسند نہیں کرتے جو محض لوگوں کو اس لئے مرید کرتے ہیں تاکہ ان سے ٹکے وصول کریں۔"

عوام کو خطاب کر کے فرماتے ہیں:

"اپنے مصارف وضع قطع میں تکلف سے کام نہ لیا کرو، اگر تم ایسا کرو گے تو تمہارے نفوس بالآخر فسق کے حدود تک پہنچ جائیں گے، اللہ تعالیٰ اس کو پسند فرماتا ہے کہ اس کے بندے اس کی آسانیوں سے فائدہ اٹھائیں .... اتنے کمانے کی کوشش کرو جس سے تمہاری ضرورتیں پوری ہوں دوسروں کے سینوں کے بوجھ بننے کی کوشش نہ کرو کہ ان سے مانگ مانگ کر کھایا کرو یا تم ان سے مانگو اور وہ نہ دیں، اس طرح بیچارے بادشاہوں اور حکام کے اوپر بھی بوجھ نہ بن جاؤ۔ تمہارے لئے یہی پسندیدہ ہے۔ کہ تم خود کما کر کھایا کرو۔ اگر تم ایسا کرو گے تو خدا تمہیں معاش کی بھی راہ سجھائے گا جو تمہارے لئے کافی ہو گی۔

اے آدم کے بچو! جسے خدا نے ایک جائے سکونت دے رکھی ہو جس میں وہ آرام کرے، اتنا پانی جس سے سیراب ہو، اتنا کھانا جس سے بسر ہو جائے، اتنا کپڑا جس سے تن ڈھک جائے، ایسی بیوی جو اس کے

رہن سہن کی جد و جہد میں مدد دے سکتی ہو تو یاد رکھو کہ دنیا کامل طور سے اس شخص کو مل چکی ہے۔ چاہیئے کہ اس پر خدا کا شکر کرے۔

...... بہرحال کوئی نہ راہ کمائی کی آدمی ضرور اختیار کرے"۔

ان انفرادی نقائص سے قطع نظر، شاہ صاحب نے سلطنت کے زوال کے اسباب کو "حجۃ اللہ البالغہ" میں اجمال اور ان مکتوبات میں جو آپ کے سامنے پیش کئے جا رہے ہیں، تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔ حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں:۔

وغالب سبب خراب البلدان فی هذا الزمان شیئان احدهما تضیقهم علی بیت المال بان یعتادوا التکسب بالاخذ منه علی انهم من الغزاة او من العلماء الذین لهم حق فیه۔ او من الذین جرت عادة الملوک بصلتهم کالزهاد والشعراء او بوجه من وجوه التکدی ویکون العمدة عندهم هو التکسب دون القیام بالمصلحة فیدخل قوم علی قوم فینغصون علیهم ویصیرون کلاًّ علی المدینة والثانی ضرب الضرائب الثقیلة علی الزراع والتجار والمحترفة والتشدید علیهم حتّٰی یفضی الی الاجحاف المطاوعین واستئصالهم والی تمنع اولی باس شدید

و یبغیھم وانما تصلح المدینۃ بالجبایۃ الیسیرۃ و اقامۃ الحفظۃ بقدر الضرورۃ فلیتنبہ اھل الزمان لھذہ النکتۃ (باب سیاست المدینہ)

اس زمانہ میں ملک کی خرابی و ویرانی کے زیادہ تر دو سبب ہیں[1]، ایک بیت المال یعنی ملک کے خزانہ پر تنگی، وہ اس طرح کہ لوگوں کو یہ عادت پڑ گئی ہے کہ کسی محنت کے بغیر خزانہ سے روپیہ اس دعویٰ سے حاصل کریں کہ وہ سپاہی ہیں یا عالم ہیں جن کا حق اس خزانہ کی آمدنی میں ہے، یا اُن لوگوں میں سے ہیں جن کو بادشاہ خود انعام و اکرام دیا کرتے ہیں۔ جیسے زاہد پیشہ صوفی اور شاعر، اور دوسرے گروہوں میں سے جو ملک و سلطنت کے کسی کام کے بغیر کسی نہ کسی طریقہ سے روزی حاصل کرتے ہیں جو محنت کے بغیر اُن کو ملتی ہے یہ لوگ اُن کے اور دوسروں کے ذرائع آمدنی کو کم کر دیتے ہیں اور ملک پر بوجھ ہیں۔

دوسرا سبب کاشتکاروں، بیوپاریوں اور پیشہ وروں پر بھاری محصول لگانا اور ان پر اس بارہ میں سختی کرنا ہے، یہاں تک کہ جو بیچارے حکومت کے مطیع اور اس کے حکم کو مانتے ہیں وہ تباہ ہو رہے ہیں اور جو

---

[1] عربی عبارت کا اردو ترجمہ جناب مولانا سید سلیمان ندوی صاحب کا کیا ہوا ہے۔

(الفرقان شاہ ولی اللہ نمبر ص ۲۲۳ - ۲۲۴)

سرکش اور نادہند ہیں وہ اور سرکش ہو رہے ہیں اور حکومت کے محصول نہیں ادا کرتے حالانکہ ملک اور سلطنت کی آبادی سستے محصول اور فوج اور عہدہ داروں کے بقدر ضرورت تقرر پر ہے چاہئے کہ اس زمانہ کے لوگ ہوشیار ہو کر سیاست کے اس راز کو سمجھیں۔"

مکتوبات میں ان ہی بنیادی خرابیوں کی تشریح کی ہے اور زوال کے اسباب یہ متعین کئے ہیں۔

(۱) خالصہ کے علاقہ کا محدود ہونا۔

(۲) خزانہ کی قلت

(۳) جاگیرداروں کی کثرت

(۴) اجارہ داری کے مسموم اثرات

(۵) افواج کے مواجب کا بر وقت نہ ملنا۔ وغیرہ وغیرہ

آج دو سو سال گزر جانے کے بعد بھی مورخین، سلطنتِ مغلیہ کے زوال کے اسباب کا اس قدر صحیح تجزیہ نہیں کر سکے جتنا شاہ صاحب کے اُس طوفانی دور میں ہوتے ہوئے کیا تھا اس سے اُن کی بے پناہ سیاسی بصیرت کا اندازہ ہوتا ہے، اُنھوں نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں قوموں کے عروج و زوال سے متعلق اپنے خیالات کا اظہار اس طرح کیا ہے:

"اگر کسی قوم میں تمدن کی مسلسل ترقی جاری رہے تو اس کی صنعت و حرفت

اعلیٰ کمال پر پہونچ جاتی ہے اس کے بعد اگر حکمراں جماعت آرام و آسائش اور زینت و تفاخر کی زندگی کو اپنا شعار بنالے تو اس کا بوجھ قوم کے کارگیر طبقات پر اتنا بڑھ جائے گا کہ سوسائٹی کا اکثر حصہ حیوانوں جیسی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہو گا۔ انسانیت کے اجتماعی اخلاق اُس وقت برباد ہو جاتے ہیں جب کسی جبر سے اُن کو اقتصادی تنگی پر مجبور کر دیا جائے، اُس وقت وہ گدھوں اور بیلوں کی طرح صرف روٹی کمانے کے لئے کام کریں گے جب انسانیت پر ایسی مصیبت نازل ہوتی ہے تو خدا تعالیٰ انسانیت کو اُن سے نجات دلانے کے لئے کوئی راستہ ضرور الہام کرتا ہے یعنی ضروری ہے کہ قدرتِ الٰہیہ انقلاب کے سامان پیدا کرکے قوم کے سر سے اس ناجائز حکومت کا بوجھ اُتار دے۔"

حالات کو درست کرنے کی کوشش

شاہ صاحبؒ نے مسلم سوسائٹی کی تجدید و احیاء کے لئے جو مسلسل جد و جہد کی ہے اُس کے بیان کرنے کا یہاں موقعہ نہیں۔ یہاں صرف اُن کی خدمات کے سیاسی پہلو سے بحث کرنی ہے۔

تفہیمات میں فرماتے ہیں اگر موقع و محل کا اقتضا ہوتا تو میں جنگ کر کے عملاً اصلاح کرنے کی قابلیت بھی رکھتا تھا۔

"فلو فرض ان یکون هذا الرجل فی زمان و اقتضت الاسباب آن یکون اصلاح الناس باقامة الحروب و نفث فی قلبه اصلاحهم لقام هذا الرجل بامر الحرب اتم قیام و کان اماماً فی الحروب لایقاس بالرستم والاسفندیار و غیرهم طفیلیون علیه مستمدون منه مقتدون به۔" (جلد اول ص ۱۰۱)

حالات کا یہ اقتضا تھا، لہٰذا شاہ صاحبؒ نے اس زمانہ کی ہی مختلف سیاسی طاقتوں سے کام لیا اور اُن کے ذریعہ سے ہندوستان کی فضا کو درست کرنے کی کوشش کی۔ شاہ صاحبؒ پر سیاسی بد امنی، قتل و غارت گری، فتنہ و فساد کا بڑا اثر تھا وہ چاہتے تھے کہ ان سب مفسدانہ عناصر کی روک تھام کی جائے تاکہ عام لوگ امن اور چین سے زندگی بسر کر سکیں۔ تفہیماتِ الٰہیہ ہی میں بادشاہوں کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

الملا الاعلیٰ ان تلتصبوا فی کل ناحیة و فی کل مسیرة ثلثة ایام و اربعة ایام امیراً عادلاً یاخذ للمظلوم حقه من الظالم و یقیم الحدود و یجتهد ان لا یجهل فیهم لبغی ولا قتال ولا ارتداد ولا کبیرة و یفشوا اسلام و تظهر شعائره و یاخذ بقفا بعضه کل احد و یکون للامیر

کل بلد شوکۃ یقدر بہا علی اصلاح بلدہ و

لایکون لہ شوکۃ یمتنع بسببہا ویعصی علی

السلطان و ینصب فی کل اقلیم کبیر امیرا

یقلدہ القتال فقط یکون جمعہ اثنا عشر الفا

من المجاھدین لایخافون فی لومۃ لائم یقاتلون

کل باغ وعاد فاذا کان ذلک فرضاء الملاء الاعلی

ان یفتش جندک من النظامات المنزلیۃ والعقود

ونحوہا حتی لایکون شئ الا موافق الشرع حتی

یامن الناس من کل وجہ" (تفہیمات ص ۲۱۶)

تو اس کے بعد ملاء اعلیٰ کی مرضی یہ ہے کہ تم اے بادشاہو! ہر علاقہ اور تین دن یا چار دن کی ہر مسافت پر ایک صاحب عدل امیر کو مقرر کرو، جو ظالم سے مظلوم کا حق لے سکتا ہو، اور شرعی حدود قائم کرسکتا ہو اور اس کی کوشش کرے کہ ان کی طرف سے پھر سرکشی اور فساد پیدا نہ ہو اور ارتداد اور کبیرہ کا ارتکاب نہ کرسکیں، اسلام بالکل فاش اور علانیہ ہوجائے، اس کے شعائر بالکل کھلم کھلا ظاہر ہوں، اور اپنے مذہبی فرائض کو ہر شخص اختیار کرلے۔ چاہئے کہ ہر شہر کے امیر کے پاس اتنی قوت و شوکت ہو جس کے ذریعہ سے اپنے شہر کی اصلاح پر وہ قابو پاسکے، مگر

اتنی شوکت وقوت اس کے پاس نہ ہو کہ اس سے خود نفع اٹھانے لگے، اور بادشاہ وقت سے سرکشی کرنے لگے چاہیئے کہ ہر اقلیم (صوبہ) میں ایک بڑا امیر بھی مقرر ہو جس کے ذمہ فقط جنگ کی ذمہ داری عائد کی جائے، چاہیئے کہ اس کی فوجی جمعیت ایسے بارہ ہزار مجاہدوں کی ہو جو اللہ کی راہ میں کسی ملامت سے خوفزدہ نہ ہوں، اور ہر سرکش باغی سے جنگ کر سکتے ہوں، جب یہ ہو چکے تب چاہیئے کہ منزلی نظامات اور عقود و معاملات کی جانچ کی جائے اور اسی قسم کی دوسری باتوں کی کہ کوئی بات ایسی باقی نہ رہ جائے جو شریعت کے مطابق نہ ہو تاکہ لوگ ہر لحاظ سے امن و عافیت کی زندگی بسر کرنے لگیں "

بادشاہ سازشوں میں اس طرح جکڑے ہوئے تھے کہ حرکت بھی نہ کر سکتے تھے، چنانچہ شاہ صاحب نے سیاسی حالات کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد دو ایسی طاقتوں کا انتخاب کیا جن کے ذریعہ سے مفسدانہ عناصر کی سرکوبی ممکن تھی۔

(۱) نجیب الدولہ یعنی روہیلے

اور (۲) احمد شاہ ابدالی

نجیب الدولہ کو شاہ صاحبؒ اپنے مکتوبات میں راس المجاہدین اور رئیس الغزاۃ کہہ کر پکارتے ہیں۔ ایک مکتوب میں نجیب الدولہ کو لکھتے ہیں کہ :-

"آنچہ معلوم می شود آنست کہ امروز تائید ملت حقہ امتِ مرحومہ در پردۂ

آں معدد ر خیر ظہور می کند"۔

احمد شاہ ابدالی کو لکھتے ہیں

"دریں زماں پادشاہے کہ صاحبِ اقتدار و شوکت باشد...... غیر

ملازمانِ آنحضرت موجود نیست، لاجرم بر آں حضرت فرضِ عین است

قصدِ ہندوستان کردن"۔

شاہ صاحبؒ نے ان دونوں کے انتخاب میں بے پناہ سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا تھا، روہیلوں کی عسکری طاقت اور صلاحیت پر سر جدو ناتھ سرکار نے اپنی کتاب Fall of the Mughal Empire جلد اول صفحہ ۵۳-۱۰۵ پر بحث کی ہے۔ نجیب الدولہ کے متعلق لکھا ہے کہ اس میں سپاہیانہ بہادری، سیاسی تدبر، دور بینی اور صلاحیتِ جہانبانی سب کچھ تھا۔ (جلد دوم صفحہ ۴۱۵) بلکہ وہ سوائے احمد شاہ دُرانی کے اپنے تمام معاصرین میں لاثانی تھا۔

"He had no equal in that age except Ahmad Shah Abdali (Vol. II p. 415)

شاہ صاحب کی بالغ نظری، سیاسی بصیرت اور حقائق شناسی کا اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے کہ انھوں نے دو ایسی عظیم المرتبت شخصیتوں کو ایک جگہ جمع کر دیا جن کو بیسویں صدی کا ایک مشہور مؤرخ اٹھارویں صدی

کی سب سے زیادہ قابل شخصیتیں تصور کرتا ہے۔

جنگ پانی پت اور شاہ ولی اللہ صاحبؒ

پانی پت کا میدانِ کارزار حقیقت میں شاہ ولی اللہ صاحبؒ کا سجایا ہوا تھا وہ احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان مدعو کرنے پر کیوں مجبور ہوئے؟ اس کو سمجھنے کے لئے ہندوستان کے حالات پر ایک طائرانہ نظر ڈالنی ضروری ہے۔

نادر شاہ کے حملہ (۱۷۳۹ء) نے مغلیہ سلطنت کا سارا ڈھانچہ بے جان کر دیا تھا، مرکز سے علیحدہ صوبوں میں خود مختاریاں قائم ہو گئی تھیں۔ سعادت علی خاں نے اودھ میں، علی وردی خاں نے بنگال میں، نظام الملک نے دکن میں آزاد حکومتوں کی بنا ڈال دی تھی۔ پنجاب میں سکھوں کا اقتدار بڑھنے لگا تھا مغربی اور جنوبی علاقوں میں مرہٹوں نے تسلط قائم کر لیا تھا۔ اور بہار، اڑیسہ بنگال کو تاخت و تاراج کر رہے تھے، دہلی میں ایرانی، تورانی نزاع پورے عروج پر تھا۔ اُمراء آپس کے عناد اور دوسرے فریق کو شکست دینے کی خاطر مرہٹوں سے امداد لیتے تھے اور اس طرح مرہٹوں کا اقتدار دہلی کے ارد گرد کے علاقہ میں بھی بڑھ رہا تھا۔

۱۷۵۶ء میں ملہار راؤ ہولکر اور رگھوناتھ راؤ نے شمالی علاقہ میں مرہٹوں کا اقتدار قائم کرنے کا بیڑا اٹھایا اور جاٹوں کی امداد حاصل کر کے اگست ۱۷۵۷ء کو

دہلی پر حملہ کر دیا۔ نجیب الدولہ کو مجبور ہو کر صلح کرنی پڑی، پھر مرہٹوں نے پنجاب کا رخ کیا، اور اپریل ۱۷۵۸ء میں لاہور پر قبضہ کر لیا اور آدینہ بیگ کو اپنی طرف سے پنجاب کا حاکم مقرر کیا۔ آدینہ بیگ کے مرنے پر پنجاب میں گڑبڑ شروع ہوئی تو داتاجی سندھیا ایک بڑی فوج لے کر پنجاب کی طرف بڑھا اور حالات پر قابو پاکر سباجی سندھیا کو پنجاب کا گورنر مقرر کر دیا، یہ مرہٹوں کے عروج کی انتہا تھی، اس غیر معمولی کامیابی سے مرہٹوں کے حوصلے بڑھ گئے، اور اب[۵۱] داتاجی سندھیا نے روہیلکھنڈ پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ہندوستان کی تاریخ کا یہ نازک دور تھا۔ شاہانِ مغلیہ ان حالات میں بالکل بے بس تھے امراء آپس کے جھگڑوں میں پھنسے ہوئے تھے۔ شاہ صاحب نے اس موقع پر ایک طرف نجیب الدولہ کو تیار کیا کہ وہ ہمت اور جرأت سے حالات کا مقابلہ کرے دوسری طرف احمد شاہ ابدالی کو دعوت دی کہ وہ ہندوستان آکر مرہٹوں کے تسلط سے خلاصی دلائے۔ طباطبائی نے لکھا ہے۔

> "مردم از دستِ شاں (مرہٹہ) بجاں آمدہ برائے ناموس و آبروئے[۵۲]
> خود در رفاہ عالمے شاہ ابدالی را بہ منت از ولایت مطلب داشتہ"

نادر شاہ کے حملہ کے بعد مسلمانوں کی بیچارگی اور درماندگی کی جو حسرتناک حالت

---

۵۱ Islamic Culture, vol XI p. 502

۵۲ - سیر المتاخرین

ہو گئی تھی، اس کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ انھوں نے "جوہر" کر کے یعنی آگ میں جل کر خود کو ختم کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔ ۵ا

یہ تھے ہندوستان کے وہ ہوش ربا حالات جن میں شاہ صاحب رح نے احمد شاہ ابدالی کو ہندوستان بلایا تھا۔ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ شاہ صاحب رح اپنے مقاصد میں کہاں تک کامیاب ہوئے لیکن اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہو کہ جنگ پانی پت نے ہندوستان کی تاریخ کا رُخ ہمیشہ کے لئے بدل دیا۔

جنگ پانی پت اور اس کے نتائج

۱۷۵۹ء کو احمد شاہ ابدالی نے پنجاب پر حملہ کیا وہاں اقتدار از سر نو قائم کرنے کے بعد دہلی کا ارادہ کیا۔ تھانیسر کے مقام پر داتا جی سندھیا نے مقابلہ کیا اور شکست کھائی، براری گھاٹ پر (دہلی سے ۱۰ میل کے فاصلہ پر ہے) داتا جی کا خاتمہ ہوا جنکوجی سندھیا اور ملہیر راؤ ہولکر نے ابدالی فوجوں کو روکنے کی ناکام کوشش کی، پیشوا کو جب ان حالات کا پتہ چلا تو سداشیو راؤ بھاؤ کو جس نے حال ہی میں نظام کو شکست دی تھی اور جس کی بہادری کے افسانوں سے دکن

---

۱ ملفوظات شاہ عبدالعزیز۔

راجپوتوں کو جب شکست ہوتی تھی تو وہ اپنے مال و متاع اور اہل و عیال کو جلا کر خاک کر دیتے تھے اور یہ رسم جوہر کہلاتی تھی۔

گونج رہا تھا، ابدالی کے مقابلہ کے لئے روانہ کیا۔ بھاؤ نے ۳ اگست ۱۷۶۰ء کی صبح کو دہلی پر قبضہ کرلیا اور شمال کی طرف بڑھنا شروع کیا، ۲۹ اکتوبر ۱۷۶۰ء کو اس کا لشکر پانی پت کے میدان میں پہنچ گیا۔

احمد شاہ ابدالی، یکم نومبر ۱۷۶۰ء کو پانی پت کے میدان میں پہنچا اور یہاں ۲½ مہینے تک افغانوں اور مرہٹوں کی مسلسل جنگ جاری رہی۔ بالآخر ۱۴ جنوری ۱۷۶۱ء کو مرہٹوں کو شکستِ فاش ہوئی، سداشیو راؤ بھاؤ اور پیشوا کا بیٹا وشواس راؤ میدانِ جنگ میں کام آئے اور بقول ایک مورخ کے "مرہٹوں کی طاقت چشم زدن میں کافور کی طرح اُڑ گئی۔" سرجدو ناتھ سرکار نے لکھا ہے کہ مہاراشٹر میں کوئی گھر ایسا نہ تھا جس میں صفِ ماتم نہ بچھ گئی ہو، لیڈروں کی ایک پوری نسل ایک ہی معرکہ میں غائب ہو گئی۔"

اگر سلطنتِ مغلیہ میں تھوڑی سی بھی جان ہوتی تو وہ جنگ پانی پت کے نتائج سے فائدہ اٹھا کر اپنے اقتدار کو ہندوستان میں پھر کچھ صدیوں کے لئے قائم کر سکتی تھی، لیکن حقیقت یہ ہے کہ مغلیہ سلطنت اس وقت ایک بے روح جسم کی مانند تھی۔ جنگ پانی پت کا اصلی فائدہ فاتحین جنگِ پلاسی نے اٹھایا۔

یہ سمجھ لینا غلط ہو گا کہ شاہ ولی اللہ صاحبؒ یا احمد شاہ ابدالی انگریزوں کے خطرہ سے بے خبر تھے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ انھیں ڈر تھا کہ کہیں مغل بادشاہ کے تساہل سے انگریزوں کو اپنا اقتدار قائم کرنے کا موقع نہ مل جائے جیسا

وقت احمد شاہ ابدالی نے حملہ کیا تھا۔ شاہ عالم ثانی بہار میں تھا، جنگِ پانی پت کے بعد احمد شاہ ابدالی نے شاہ عالم کو دہلی بلانے کی بے حد کوشش کی اور اپنا آدمی بھیجا، جب نہ آیا تو احمد شاہ ابدالی نے شاہ عالم کی والدہ نواب زینت محل سے خط لکھوایا جس کا مضمون یہ تھا۔

"شاہنشاہ (احمد شاہ) قلعہ میں آگئے ہیں آج تک کہ ۲۰ رجب ہے میں کئی مرتبہ اُن سے ملی ہوں۔ وہ تمھارے آنے کے بے حد منتظر ہیں ...... میرے بیٹے! تم یقین رکھو کہ تمہارے آنے پر سب معاملات طے ہو جائیں گے...... تیمور شاہ نے خلوص و محبت سے مجھے تحفے بھیجے ہیں، تمہارے بدخواہ بدگمانیاں پیدا کرنے کی کوشش کرینگے تم ان کے کہنے میں نہ آنا میرے بیٹے تم جلد آجاؤ، اگر خدانخواستہ شاہ چلے گئے تو پھر تم نئی مصیبتوں میں پھنس جاؤ گے۔" ۱؎

معلوم ایسا ہوتا ہے کہ احمد شاہ ابدالی نے انگریزوں کو بھی لکھا کہ وہ شاہ عالم کو دہلی پہنچنے کے لئے ہر قسم کی سہولت دیں، وینسی ٹارٹ احمد شاہ کو لکھتا ہے

۲؎ "If it should be Shahanshah (Abdali's) pleasure, he (Shah Alam) would be escorted by some (British) troops to Delhi"

۱؎ ۲؎ Islamic Culture vol XI p 503-504

شاہ عالم کو وہاں سے بُلانے کی کوشش اس لئے تھی کہ وہ انگریزوں کے اثر سے نکل آئے اور دہلی آکر احمد شاہ کی موجودگی میں اپنی طاقت کا استحکام کرلے!

شاہ ولی اللہؒ کی سیاسی تحریک کی اصلی نوعیت

حضرت شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی سیاسی تحریک کو فرقہ وارانہ قرار دینا اُن کی اساسِ فکر کو غلط سمجھنے کے مترادف ہوگا۔ شاہ صاحب کی تحریک بہت ہمہ گیر تھی وہ ہندوستان میں رہنے والے ہر طبقہ کی فلاح و بہبود کے خواہاں تھے اور چاہتے تھے کہ عام ماحول ایسا پُرسکون اور پُرامن ہو کہ مُلک کی معاشی حالت سُدھر جائے، اور اقتصادی توازن جو مغلیہ دَور کے آخری حصّہ میں بگڑ گیا تھا، صحیح طور پر قایم ہو سکے۔ اس سلسلہ میں مولانا عبید اللہ سندھی مرحوم کے خیالات کی تشریح کرتے ہوئے مولانا محمد سرور صاحب لکھتے ہیں ——— "شاہ صاحب نے خوب سمجھ لیا تھا کہ شاہنشاہیت کا دَور ختم ہو چکا، اب اگر کوئی حکومت بنے گی تو اس کا اساس کوئی اور ہوگا۔ چنانچہ شاہ ولی اللہؒ نے جس تحریک کی داغ بیل ڈالی وہ ہمہ گیر تحریک تھی اُن کے پیشِ نظر پورا ہندوستان تھا۔ چونکہ مرکزی ہندوستان کی قیادت اس وقت مسلمانوں کے ہاتھوں میں تھی اس لئے لامحالہ شاہ صاحب نے عام مسلمانوں سے خطاب کیا۔ لیکن شاہ صاحب کی دعوت کے اصول عام انسانیت کے اصول تھے، اُن کا زور مذہب کی رسوم پر نہیں، بلکہ مذہب کی رُوح پر تھا قانون کی ظاہری

شکل پر نہیں بلکہ قانون کی جان یعنی عدل و انصاف پر تھا چنانچہ وہ تمام مذاہب کی اصل یہ چار اصول بتاتے ہیں۔

اوّل۔ خدا پرستی

دوم۔ عدل و انصاف

سوم۔ صحت و صفائی

چہارم۔ تربیت نفس

اُن کے نزدیک ہر مذہب کا فرض یہ ہے کہ ان چار مقاصد تک انسانوں کی رہنمائی کرے، گو مذاہب کے طریقے الگ الگ ہیں لیکن ہر مذہب کی کوشش یہی ہونی چاہئے۔ اس کے علاوہ شاہ صاحب نے سیاسی عدم مساوات کی بھی بڑی خرابیاں گنائی ہیں، اور شہنشاہیت اور اُس سے پیدا ہونے والے مفاسد کو تفصیل سے بیان کیا ہے ...... شاہ صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں قیصر و کسریٰ نے متمدن دُنیا کو مصیبت میں مبتلا کر رکھا تھا، اور قدرتِ الٰہی مجبور ہوئی تھی کہ اسلام کے ذریعہ اس روگی نظام کو ختم کر دے، اسی طرح آج کی حکمران سوسائٹی بھی ان اجتماعی بیماریوں سے کھوکھلی ہو چکی ہے، اور ظاہر ہے کہ اس کا مٹنا بھی اب یقینی نظر آتا ہے۔ الغرض مرہٹوں، جاٹوں، سکھوں اور اس عہد کی دوسری چھوٹی چھوٹی تحریکیں اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہوں گی لیکن اُن میں سے کسی تحریک میں اتنی وسعت اور ہمہ گیری نہ تھی کہ وہ ہندوستان

کی مرکزیت اور وحدت کو بحال رکھ سکنے کی تدبیر سوچتی، شاہ صاحب اپنے مجوزہ نظام میں اکبر، جہانگیر، شاہ جہاں اور اورنگ زیب کے زمانہ کی مرکزیت، اور سلطنتِ ہند کے اقتدارِ اعلیٰ کو بحال دیکھنا چاہتے تھے، لیکن اس طرح سے کہ مطلق العنان بادشاہوں کے بجائے انصاف کی حکومت ہو۔

"اب اگر کہا جائے کہ اگر شاہ ولی اللہ کے فکر کا دامن اتنا وسیع تھا اور اُن کے اجتماعی اور سیاسی نظام میں سارے انسانوں کو بلا تفریقِ مذہب و ملت ایک سے سلوک کا مستحق سمجھا جاتا تھا تو پھر شاہ ولی اللہؒ کی تحریک نے فرقہ وارانہ حیثیت کیوں اختیار کی۔ بات یہ ہے کہ پنجاب میں سکھوں نے صرف مغلیہ حکومت سے جنگ شروع نہیں کی تھی بلکہ وہ کل مسلمانوں کے خلاف ہو گئے تھے، اس طرح مرہٹوں نے بادشاہی نظام کے اہل کاروں کو قتل نہیں کیا بلکہ عام مسلمان اُن کے مظالم کا نشانہ بنے۔ ان حالات میں مسلمانوں کیلئے اسکے سوا اور کوئی چارہ کار نہ تھا کہ وہ خود اپنی حفاظت کرتے۔ قوموں اور جماعتوں کی زندگی میں یہ منزل ایسی نازک ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ ایسے صلح کل اور سرتاپا مہر و محبت پیغمبر بھی اپنے حواریوں کو تلوار سنبھالنے کا مشورہ دینے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی جماعت کا مرہٹوں اور سکھوں کے خلاف معرکہ آرا ہونا نتیجہ تھا اُن خاص حالات کا جن سے اس وقت مسلمانوں کو پالا پڑا۔ جہاں تک اصل حقیقت کا تعلق ہے شاہ ولی اللہؒ کی جماعت مغلوں کے تاج و تخت کے لئے نہیں لڑی تھی وہ تو اُن عام انسانی اصولوں کو جن پر اُن کے تاج کی بنیاد تھی زندہ

کرنا چاہتے تھے یہی وہ اصول تھے جن کے ذریعہ ہمارے خیال میں ہندوستان نیا جنم لے سکتا تھا۔ بہر حال انگریزی تسلط نے نہ تو سکھوں کو چھوڑا اور نہ مرہٹوں کا راج رہا۔ زمانہ بدل گیا اور زمانہ کے ساتھ ہندوستان کے حالات بھی بدل گئے، جب دشمنیوں کے اسباب نہ رہے تو اب پرانی دشمنیاں بھی بے معنی ہیں "۔ ؎۱

مکتوبات پر ایک نظر

پیشِ نظر مکتوبات شاہ ولی اللہ صاحبؒ کے مکتوبات کے ایک ایسے نادر مجموعے سے منتخب کئے گئے ہیں جو اُن کے عزیز شاگرد شیخ محمد عاشق پھلتی اور اُن کے صاحبزادے شیخ عبد الرحمٰن کا مرتب کیا ہوا ہے، یہ مجموعہ دو جلدوں پر مشتمل ہے، پہلی جلد میں ۲۰۱ مکتوبات ہیں، دوسری جلد ۷۷ مکتوبات پر مشتمل ہے، پہلی جلد شیخ عبد الرحمٰن نے مرتب کی تھی، جوانی میں اُن کا انتقال ہوگیا، اُن کے والد ماجد شیخ محمد عاشق پھلتی نے اس کام کو جاری رکھا، اور دوسری جلد میں ۷۷ مکتوبات جمع کر دیئے، دیباچہ میں خود فرماتے ہیں۔

اما بعد! فقیر کثیر التقصیر احقر عباد اللہ الخالق محمد عاشق واضح مینماید

کہ ولدی مرحوم عبد الرحمٰن غفرہ اللہ اشارۃ وا دخلہ دار الجنان بجمع

؎۱ شاہ ولی اللہ اور اُن کی سیاسی تحریک۔ ص ۲۶-۲۹

تالیف مکتوباتِ مبارکات حضرت مرشد الانام قطب العصر فرد الزمان

حضرت شیخ ولی اللہ مد اللہ ظلہ العالی فی الدوران احراز سعادت دو

جہانی می کرد چوں تحریر بہ مکتوب اثنین وثمانین بعد المائتین رسید در

سنہ یک ہزار ویک صد وشصت وہشت داعی اجل را لبیک گفتہ

سفر آخرت گزید رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ واعطاہ کرامۃ سابقہ۔ پس ایں فقیر

آں جلد ہماں مکتوب تمام کردہ جلد ثانی شروع نمود حسبی اللہ و

نعم الوکیل وفی کل الامور علیہ التوکل والتفویض

شاہ صاحب کے ان ۳۵۸ خطوط میں سے ۲۶ سیاسی مکتوبات منتخب کر کے پیش کیے جا رہے ہیں، میں اپنے ماموں جناب مولوی نسیم احمد صاحب فریدی امروہوی کا ممنون ہوں جنھوں نے یہ مکتوبات مجھے عنایت فرمائے اور اُن کی تصحیح میں میری امداد و اعانت فرمائی۔ ان مکتوبات میں پہلا خط مغل بادشاہ اور وزراء کے نام ہے۔ اس میں شاہ صاحبؒ نے سیاسی زوال اور انتشار کے اسباب پر بصیرت افروز گفتگو کی ہے اور مُلک کے "اقتدارِ اعلیٰ" کو بتایا ہے کہ کس طرح حالات کی درستگی کی کوشش بار آور ہو سکتی ہے، فرماتے ہیں کہ۔ "خالصہ کا علاقہ بڑھایا جائے تاکہ بادشاہ کو صوبہ داروں اور جاگیرداروں کی اقتصادی غلامی سے نجات ملے، جاگیریں عطا کرنے میں احتیاط اور دور بینی سے کام لیا جائے چھوٹی چھوٹی جاگیریں، سیاسی اور اقتصادی انتشار کا سبب بن جاتی ہیں۔

چھوٹے جاگیردار اپنی جاگیروں پر پوری طرح قابو نہیں پاتے مجبور ہو کر ٹھیکہ دے دیتے ہیں، اس طرح اگر ایک طرف بدنظمی میں اضافہ ہوتا ہے تو دوسری جانب کاشتکاروں پر مظالم ہوتے ہیں، ضروری ہے کہ جاگیر صرف بڑے بڑے امیروں کو دی جائے تاکہ وہ اپنی طاقت اور شوکت کے ذریعہ اپنے علاقوں کو قابو میں رکھ سکیں، یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ شاہ صاحب نے بلا استثنار جاگیرداری کی مخالفت کیوں نہیں کی۔ اس سلسلہ میں دو باتیں قابلِ لحاظ ہیں:

(۱) قرونِ وسطیٰ کے سیاسی نظام اور حالات میں جاگیرداری ایک حد تک ضروری تھی، اور اس کو اُس وقت تک قطعی نہیں مٹایا جاسکتا تھا جب تک پورے سیاسی نظام کی بنیادیں نہ تبدیل کردی جائیں، سیاسی نظام کی بنیادیں تبدیل کرنا اُن فرمانرواؤں کے بس کی بات نہ تھی، چنانچہ شاہ صاحب رح نے ایسی انقلابی تجویز اُن کے سامنے پیش کرنی لامعنی خیال کی جو اُن کے امکان سے باہر ہو۔

(۲) اس وقت مُلک کا عام سیاسی ماحول حد درجہ خراب تھا، بدنظمی اور انتشار نے حالات کو حد درجہ بگاڑ دیا تھا، اگر جاگیرداری کو بالکل ہی ختم کیا جاتا تو جاگیرداروں کا ایک بڑا طبقہ بغاوت پر آمادہ ہو جاتا اور اس طرح بدنظمی اور بڑھ جاتی، شاہ صاحب رح نے پوری حقیقت بینی کا ثبوت دے کر صرف اُن خرابیوں کو دور کرنے کی کوشش فرمائی ہے جن کی موجودگی میں حکومت کی مشینری

بالکل حرکت ہی نہیں کر سکتی تھی۔

علاوہ ازیں اسی مکتوب میں شاہ صاحبؒ نے غدار لوگوں کو سزا دینے اور فوجوں کو صحیح اصولوں پر منظم کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، انھوں نے بادشاہ کو خاص طور سے اس بات کی طرف متوجہ کیا ہے کہ سپاہیوں کی تنخواہیں وقت پر دی جائیں، اور ان میں نظم و ضبط کا اعلیٰ معیار قائم رکھنے کی سعی کی جائے۔ بمقروض سپاہی فوج کے لئے لعنت، اور قوم کے لئے ایک بوجھ ہے وہ اس وقت تک اپنی خدمات بجا طور پر انجام نہیں دے سکتا جب تک کہ اس کو مستقل "اقتصادی طمانیت" حاصل نہ ہو۔

آخر میں شاہ صاحبؒ نے بادشاہ اور امراء کو تنبیہ کیا ہے کہ غفلت اور سستی سے حالات خراب سے خراب تر ہو جائیں گے، انھیں چاہئے کہ عیش و نشاط کو ختم کریں اور ہمت و جرأت کے ساتھ بقائے سلطنت کے لئے کوشاں ہوں، ایسی صورت میں تائید الٰہی بھی ان کو حاصل ہوگی اور فتح و نصرت ان کے ہم رکاب ہوگی۔

اس مجموعے کا دوسرا خط احمد شاہ ابدالی کے نام ہے، یہ خط شاہ صاحبؒ کے ادیبانہ کمال، تاریخ دانی اور سیاسی بصیرت کا شاہکار ہے، شروع میں ہندوستان کے تاریخی واقعات مختصراً اس طرح بیان کئے ہیں کہ ان کو سمجھ لینے کے بعد ملک کی سیاسی نبض شناسی کا کام ایک غیر ملکی کے لئے بھی آسان ہو جاتا ہے فتنہ اور فساد کے زمانہ میں انتشار کے حقیقی اسباب کا تجزیہ بہت مشکل کام ہے، عموماً انسان کی نظر ظاہری حالات سے اس درجہ متاثر ہو جاتی ہے کہ اصلی سبب تک پہنچنے نہیں

ناکام رہتی ہے لیکن شاہ صاحبؒ نے سیاسی انتشار اور زوال کے اسباب کو حیرت انگیز سیاسی بصیرت کے ساتھ سمجھا اور سمجھایا ہے، راجپوتوں اور مرہٹوں، اور جاٹوں وغیرہ کے تاریخی حالات بتائے ہیں اُن کی اصلی قوت کا اندازہ کیا ہے اور بتایا ہے کہ کس طرح حالات پر قابو پایا جا سکتا ہے، چوتھ کی نوعیت بتائی ہے اور مرہٹوں کے با اقتدار ہو جانے کے اسباب پر مورخانہ نظر ڈالی ہے۔

نظام الملک کے مرہٹوں اور انگریزوں سے تعلقات پر اشارہ کرتے ہوئے دکن کے سیاسی حالات کو بیان کیا ہے، پھر بتایا ہے کہ مرہٹے ظاہر میں کثیر تعداد میں معلوم ہوتے ہیں حقیقت میں وہ قلیل ہیں، اُن کے ساتھ جو لوگ شریک ہو جاتے ہیں، اُن کی تعداد دیکھ کر یہ غلط فہمی پیدا ہو جاتی ہے کہ خود اُن کی تعداد بہت زبردست ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اگر اُن کے ایک دستہ کو شکست دی جائے تو ساری جماعت میں انتشار پیدا ہو جائے۔ فرماتے ہیں۔

"در اصل قوم مرہٹہ قلیل اند و ملحق بایں طائفہ کثیر، در برہم زدن یک صف جماعہ کہ ملحق بہ ایشاں اند از ہم می پاشند و اصل قوم مرہٹہ بہ ہمیں شکست ضعیف می شود۔"

پھر فرماتے ہیں کہ جاٹوں کی طرف بھی توجہ ضروری ہے دہلی اور اکبر آباد کے درمیان اُن لوگوں کی "گڑھیاں" ہیں۔ مرکزی علاقہ کے قلب و جگر میں ایسی مخالف طاقتوں کا وجود سیاسی اعتبار سے سخت خطرناک ہے، شاہانِ مغلیہ نے

اکبر آباد اور دہلی کو "بہ منزلہ دو حویلی" اس لئے رکھا تھا تاکہ جاٹ اور راجپوت دونوں اُن کی شوکت و سطوت سے مرعوب رہیں، دہلی کا اثر سہرند وغیرہ پر پڑے اور اکبر آباد سے راجپوتانہ متاثر ہو، شاہ صاحبؒ نے یہاں Geo-Politics کا ایک دلچسپ راز بیان کر دیا ہے۔

اس کے بعد جاٹوں کی طاقت کی اصلیت اور نوعیت واضح کرتے ہیں، اور اُن کی جمعیت کو منتشر کرنے اور طاقت کو توڑنے کا طریقہ بتلاتے ہیں، لکھتے ہیں کہ جاٹوں کے قبضہ میں جو علاقے ہیں وہ اُن کے اپنے نہیں ہیں، اُنھوں نے دوسروں سے غصب کئے ہیں، اُن علاقوں کے اصلی مالک ابھی موجود ہیں، اگر کوئی اُن مالکوں کو مدد دیدے تو وہ خود جاٹوں کو اُن کے مقبوضہ علاقوں سے نکال کر پھینک دیں اور اس طرح یہ مسئلہ بھی حل ہو جائے۔

جاٹوں اور مرہٹوں کی حالت بیان فرمانے کے بعد شاہ صاحبؒ نے اُمراء اور وزراء کی سازشوں اور غداریوں کی طرف بھی اشارہ کر دیا ہے تاکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ایک غیر مُلکی جو مُلک کے حالات سے پوری طرح واقفیت نہیں رکھتا اُمراء پر بلا سوچے اعتماد کرے اور پھر اُن کی غداری سے حالات اور زیادہ ناگفتہ بہ ہو جائیں۔

ان سب حالات کو بتا دینے کے بعد شاہ صاحبؒ نے اقتصادی تفصیلات بیان فرمائی ہیں، لکھتے ہیں کہ "ہندوستان کے محصولات ۷، ۸ کروڑ سے کم نہیں۔ لیکن اُن کو وصول کرنے کے لئے غلبہ اور شوکت کی ضرورت ہے، اس کے بغیر

ایک کوڑی بھی حاصل نہیں کی جا سکتی جس علاقہ پر جاٹوں کا تصرف ہے اُس کے محاصل ایک کرور سے کم نہیں، راجپوتانہ کا خراج ۲ کرور ہے، بنگال سے ایک کرور روپیہ سالانہ وصول ہوتا تھا۔ پھر اودھ کے حالات بیان کیے ہیں اور بتایا ہے کہ صفدر جنگ کی اقتصادی حالت ہی نے اُس کو بادشاہ کے خلاف علمِ بغاوت اُٹھانے کی ہمت دلائی تھی، ۲ کرور روپیہ اودھ کے محاصل تھے صفدر جنگ ایک کرور روپیہ صرف کرتا تھا اور ایک کرور جمع کرتا تھا، اس "اقتصادی فراغت" نے بغاوت کی راہیں دکھا دیں۔

سلطنتِ مغلیہ کی اقتصادی بربادی کا ذکر کرتے ہوئے شاہی ملازمین کی زیادتی، جاگیرداروں کی کثرت اور خزانہ کی قلت کے اثرات بیان کرتے ہیں، اور پھر بتاتے ہیں کہ ان سب باتوں نے سوداگروں اور صنعت پیشہ لوگوں کو تباہ کر دیا ہے اور وہ

"بانواع ظلم وضیقِ معیشت گرفتار شدہ اند"

شاہ صاحب رح کو جس طبقہ کی تباہی اور بربادی کا سب سے زیادہ خیال تھا وہ سوداگروں اور اہلِ حرفت ہی کا تھا وہ اس طبقہ کو مُلک کی اقتصادیات کا مرکزی نقطہ سمجھتے تھے، مُلک کی عام اقتصادی حالت پر اُن کے خیالات اور بنیادی تصورات پر مجموعی حیثیت سے اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ اس طبقہ کی بربادی کو مُلک کی بربادی سے تعبیر کرتے تھے۔

غرض اس طرح مُلک کے سیاسی، اور اقتصادی حالات بیان کرنے کے بعد

شاہ صاحبؒ نے مسلمانوں کی غربت اور کس مپرسی پر نہایت غم گین لہجہ میں گفتگو کی ہے اور بتایا ہے کہ افلاس اور تباہی نے اُن کو چاروں طرف سے گھیر لیا ہے۔

حاصل کلام یہ ہے کہ:

"دریں زمانہ پادشاہے کہ صاحبِ اقتدار و شوکت باشد و قادر بر شکستِ لشکر کفار و دور اندیش، جنگ آزما، بغیر ملازماں آنحضرت موجود نیست لاجرم بر آں حضرت فرض عین است قصدِ ہندوستان کردن و تسلط کفار ہند برہم زدن وضعفائے مسلمین را کہ در دست کفار اسیر اند، خلاص فرمودن"

اس خط کے نتیجہ میں پانی پت کا میدان کارزار سجا، اس جنگ کی تاریخی اہمیت سے تاریخ کا ہر طالب علم واقف ہے لیکن یہ حقیقت بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ مدرسہ رحیمیہ کا ایک مدرس اس تاریخی جنگ کے نقشے تیار کر رہا تھا۔ اس خط کے مطالعہ کے بعد شاہ صاحبؒ کی سیاسی خدمات کا ایک اہم پہلو روشن ہو جاتا ہے۔

احمد شاہ ابدالی کے خط کے بعد نجیب الدولہ کے نام سات خطوط ہیں۔

ان مکتوبات سے اگر ایک طرف شاہ صاحبؒ اور روہیلہ سردار نجیب الدولہ کے باہمی تعلقات پر روشنی پڑتی ہے تو دوسری طرف یہ چیز بھی پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ شاہ صاحب کس طرح اس زمانہ کے حالات کا مطالعہ کر رہے تھے، اور کس جذب و انہماک کے ساتھ سیاسی انتشار اور بدنظمی کو دور کرنے کے لئے کوشاں تھے۔ وہ "راس المجاہدین"، "امیر الغزاۃ"، "رئیس المجاہدین" کے خطاب سے

مخاطب کر کر اُس کے مذہبی جذبہ کو متاثر کرتے تھے، اور کامیابی کی بشارتیں دے دے کر اُس کی ہمت اور جرأت کو بڑھاتے تھے۔ ایک خط میں لکھتے ہیں۔

"در پردۂ غیب برانداختن این دو فرقہ ضالہ یعنی مرہٹہ و جٹ مصمم شدہ است"

پھر فرماتے ہیں جوں ہی تم کمر ہمت باندھو گے اُن کا طلسم پارہ پارہ ہو جائے گا۔ بعض خطوط کے مطالعہ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو ابدالی فوجوں کی نقل و حرکت کا بھی علم رہتا تھا اور حالات و ضروریات کو ملحوظ رکھ کر وہ لوگوں کو ہدایات دیتے رہتے تھے، نجیب الدولہ بھی شاہ صاحب سے مشورہ لیتا تھا اور مشکلات میں اُن سے رجوع کرتا تھا، ایک خط میں لکھتے ہیں کہ جب جنگ کے لئے گھر سے روانہ ہو تو فقیر کو اطلاع دے دیتا تاکہ وہ خدا کے بتاتے ہوئے طریقہ کے مطابق دُعا کرتا رہے۔

جب صفدر جنگ نے جاٹوں سے ساز باز کر دیا تو نجیب الدولہ نے گھبرا کر شاہ صاحب رح کو خط لکھا جواب میں ارشاد فرمایا کہ عزیز من! جاٹوں کی شکست عالم بالا میں طے ہو چکی ہے، تمھیں بالکل گھبرانا نہ چاہیئے، اگر مسلمانوں کی ایک جماعت اُن کی شریک ہو گئی ہے تو نا امیدی کی کوئی وجہ نہیں۔

"خدائے تعالیٰ دست آں جماعہ مسلمین بند خواہد کرد، قتال نخواہند کرد"

نجیب الدولہ کے بعد ۸ خط شیخ محمد عاشق پھلتی رح کے نام ہیں۔ ان مکتوبات میں شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے بادشاہ سے اپنی ملاقات کا حال لکھا ہے۔ ملک کے عام حالات پر جگہ جگہ تشویش اور پریشانی کا اظہار کیا ہے۔ ابدالی کے حملوں کی اطلاعیں ان خطوط میں اکثر جگہ ہیں۔ شاہ صاحب رح نے پھلت اور بڈھانہ کی سلامتی اور فوجوں کی پامالی سے بچنے کے لئے بہت ہی خلوص سے دعائیں مانگی ہیں، آنے والے حوادث سے اکثر موقعوں پر آگاہ کیا ہے۔ ایک مرتبہ رمضان کے موقع پر پھلت میں اعتکاف کے لئے شیخ محمد عاشق رح نے لکھا تو شاہ صاحب رح نے جواب دیا۔

"دریں حالت خانہ را گذاشتن ..... از آداب مصالح ظاہر وہ می نماید"

آخر میں متفرق خطوط ہیں جو سید احمد روہیلہ، آصف جاہ ثانی، محمد خاں بلوچ نواب مجد الدولہ، نواب عبد اللہ خاں کشمیری اور حافظ جار اللہ کے نام لکھے گئے ہیں، ان خطوط کا مقصد ملک کے مختلف سیاسی لیڈروں کو اپنا ہم خیال بنا کر حالات کی درستگی کے لئے تیار کرنا ہے ؎

گوئے توفیق و کرامت درمیاں افگندہ اند
کس بمیداں نمی آید سواراں را چہ شد

کہہ کہہ کر عمل کی ترغیب دیتے ہیں، وزیر الممالک آصف جاہ کو لکھتے ہیں کہ آں عزیز القدر کا ہندوستان میں کافی اقتدار ہے، ہم فقیر اس بات کے امیدوار

ہیں کہ آں عزیز "رفع مظالم" اور "تغیر رسوم بد" کے لیے کوشاں ہوں۔

شاہ صاحبؒ کے یہ مکتوبات ادبی حیثیت سے بھی بہت اعلیٰ ہیں انھوں نے صاف لیکن بامحاورہ اور پُرزور زبان میں نہایت ہی اختصار کے ساتھ اپنے مدعا کو بیان کیا ہے عبارت کی شگفتگی زور اور قادرت حیرت انگیز ہے، شاہ صاحب نے ایسے مدلل انداز میں گفتگو کی ہے کہ ناممکن ہے کہ پڑھنے والا اُن سے متاثر نہ ہو اور اُن کے نقطۂ خیال سے ہمنوائی نہ کرے۔

جامع مکتوبات

شیخ عبدالرحمٰن بن شیخ محمد عاشق پھلتی کو حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی حیات ہی میں شیخ کے مکتوبات کے جمع کرنے کا خیال پیدا ہوا چنانچہ انھوں نے ۲۰۱ مکتوبات جمع کر لئے۔ شیخ محمد عاشق حضرت شیخ کے عزیز ترین مرید تھے، اس لئے شیخ عبدالرحمٰن کو اُن خطوط کے حاصل کرنے کے بہترین مواقع حاصل تھے ۱۱۶۹ھ میں اُن کا انتقال ہو گیا۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے تعزیت کا خط لکھا۔

خبر وحشت اثر رسید۔ ندانم کہ در برابر آں چہ نویسم زیرا کہ حادثہ واقع شدہ است کہ در عالم بشریہ حادثہ شدید تر ازاں نمی باشد۔

شیخ محمد عاشق نے اسی تعزیت نامہ کو دوسری جلد کا پہلا خط بنا کر اپنے مرحوم بیٹے کے عظیم الشان کام کی تکمیل کی کوشش کی۔[۵]

۵۔ حاشیہ صفحہ ۳۵ پر ملاحظہ فرمایئے۔

شیخ محمد عاشق کو شاہ ولی اللہؒ سے وہی نسبت ہے جو مولانا حسام الدین کو اپنے مرشد مولانا جلال الدین رومیؒ سے، اگر مولانا حسام الدین کا اصرار مثنوی لکھنے کا باعث ہوا تو شیخ محمد عاشق کے پیہم تقاضہ نے شاہ صاحبؒ سے حجۃ اللہ البالغہ جیسی عظیم الشان کتاب لکھوائی، خود شاہ صاحبؒ تفہیمات الٰہیہ میں فرماتے ہیں۔

ھو بحمد اللہ نصیحی دوعاء علمی وحافظ اسراری و ناظر کتبی بل ھو کان الباعث علی تسوید کثیر منھا والمباشر لتبیضہ وأظن ان علومی تبقی فی الناس من جھتہ (تفہیمات ص ۲۵)

وہ سراپا میری نصیحت الحمد میرے علم کا خزانہ ہیں میرے اسرار و معارف کی نگہداشت اور میری کتابوں میں غور و فکر اُن کا مشغلہ ہے بلکہ میری اکثر کتابیں اُن ہی کی تحریک سے لکھی گئی ہیں اور انھوں نے اُن کی تبییض کی ہے اور مجھے توقع ہے کہ لوگوں میں میرے علوم اُن ہی کے ذریعہ سے محفوظ رہیں گے۔

ؔ ان ۲۶ سیاسی مکتوبات کے علاوہ (جو اس وقت پیش کیے جا رہے ہیں) بقیہ مذہبی مکتوبات جناب ماموں مولوی نسیم احمد صاحب قبلہ فریدی مرتب فرما رہے ہیں، وہ مجموعہ بھی "سلسلہ تصانیف مشائخ" کی جانب سے عنقریب شائع ہوگا۔

ایک موقع پر شاہ صاحبؒ نے اپنے اس عزیز شاگرد کو مخاطب کرکے فرمایا تھا۔

هذا امرٌ منكم بدأ واليكم يعود، وتلك كلمةٌ كنتم احق بها واهلها وحق الرب المعبود،

(مقدمہ خیر کثیر صفحہ ۱۶)

(میرے علمی افادات کے) اس سلسلہ کا آغاز بھی تم ہی سے ہوا اور تم ہی پر اس کا انجام بھی ہوگا اور ربِ معبود کی قسم کہ تم ہی ان "معارف" کے سب سے زیادہ مستحق اور اہل ہو۔)

شیخ محمد عاشقؒ شاہ ولی اللہؒ کے ماموں شیخ عبید اللہؒ کے لڑکے تھے پھلت ضلع مظفر نگر کے رہنے والے تھے، اپنے زمانہ کے جید عالم تھے اور ایک ایسے گھرانے کے چشم و چراغ تھے جو عرصہ سے سلوک و احسان میں ممتاز رہا تھا، شاہ صاحبؒ کی صحبت نے سونے پر سہاگہ کا کام کیا اور اُن کی فطری صلاحیتیں پوری طرح اجاگر ہوگئیں، اُنھوں نے اپنے اُستاد کے افکارِ علمی کو اس طرح جذب کیا کہ شاہ صاحب سے پوری ذہنی ہم آہنگی پیدا ہوگئی اور اُن کی زبان کو حکمت ولی اللّٰہی کے اسرار بیان کرنے میں کمال حاصل ہوگیا۔

در پسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ اُستادِ ازل گفت ہماں می گویم

شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے اُن کے سامنے زانوئے ادب طے کیا اور اپنے باپ کے معارف کو اُن کے شاگرد کی زبانی حاصل کیا اور سمجھا!

شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے پیشین گوئی فرمائی تھی کہ "لوگوں میں میرے علوم اُن ہی کے ذریعہ سے محفوظ رہیں گے" عجیب اتفاق ہے کہ مکتوبات کا یہ بیش بہا ذخیرہ بھی اُن ہی کے ذریعہ محفوظ ہوا۔!

خلیق احمد نظامی

لکچرار شعبۂ تاریخ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مکتوباتِ فارسی

مکتوبِ اوّل

بہ جانب بادشاہ و وزیر و اُمرا

الحمد لِلّٰہ وحدہٗ والصّلوٰۃ والسلام علیٰ من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ اما بعد۔ ایں کلمہ چند است کہ باعث بر تحریر آں نصیحت و خیر خواہی بادشاہِ اسلام ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ ووفقہ لما یُحِبُّ وَیَرضیٰ و خیر خواہی اُمرا ر کبار و جمہور مسلمین احسن اللہ تعالیٰ الیہم شدہ است، کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ والتسلیم الدین النصیحۃ[1] امیدواری از فضلِ باری آں ست کہ اگر موجب ایں کلمات عمل کنند تقویتِ اُمورِ سلطنت و بقائے دولت و رفع منزلت بظہور می رسد۔ ؎ فرد

درپسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
انچہ اُستادِ ازل گفت ہماں می گویم

کلمۂ اوّل۔ اصل اصول اکہ صلاحِ دولت و رونقِ ملت ہماں نواند

بود آن ست کہ الحال برائے رضائے خدائے تعالیٰ و برائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم لازم گرداند کہ چون فتح میسر می شود و عدو مخذول، اول چیزے کہ بقصدِ مؤکد امضائے آں کنند جہادِ بلاد جات[52] و فتح قلاع وے باشد۔ دریں کار فائدہ است دینی و دنیوی۔ ازاں جملہ سرزنش ملاعین تا بعد ازیں زمیندارے ایں قسم شوخی و بیباکی نہ اندیشد۔

کلمۂ دویم[53]۔ آنکہ خالصہ را کشادہ تر باید ساخت، خصوصاً آنچہ گردا گردِ شاہ جہاں آباد است تا اکبر آباد و تا حصار و تا دریائے گنگ تا حد حدود سہرند، ہمہ اش یا اکثرش خالصہ شریفہ باشد کہ موجب ضعف امورِ سلطنت کمی خالصہ و قلت خزانہ است

کلمۂ سوم[55] آنکہ جاگیر دادن[54] مخصوص بامرائے کبار باشد بمنصب داران ریزہ را نقد باید داد، چنانکہ در عصر شاہ جہاں پادشاہ مقرر بود۔ زیرا کہ منصب دارانِ ریزہ بر جاگیرات عمل نمی یابند و محتاج اجارہ می باشند۔ و در اکثر حال مفلس و بے خبر می شوند و تن بہ کارہائے بادشاہی نمی دہند۔

کلمۂ چہارم۔ آنکہ جمعے کہ دریں فتنہ باغنیم رفیق شدند، لازم و واجب است کہ ایشاں را بے جاگیر و منصب و بے خدمت سازند، تا گوشمالی باشد و دیگراں در مثل این حادثہ از جادۂ حق[56] نمک نہ گذرند

کلمۂ پنجم[57]۔ آن کہ ترتیبِ افواج بادشاہی بہ اسلوب شائستہ باید کرد

واین ترتیب سه وجه تواند بود۔ یکے آن که داروغه ها متصف به سه صفت
باشند۔ برائے ایشان منصوب باید ساخت۔ اوّل آنکه نجیب باشد، دوم
آنکه شجاع و شفیق بر همراهیان خود باشد۔ سوم آن که خیر خواه بادشاه از
ته دل باشد۔ دوم آنکه (از ایشان که) درین فتنه جمیتی حرام نمکی روئے داده آنها
معزول ساخته گروهے که درین ایام مصدر تردد شده اند، داخل رساله ها
باید نمود۔ سوم آنکه مواجب ایشان [۵] بغیر تعویق به ایشان رسیده باشد، زیرا
که در صورتِ تعویق محتاج به قرض سودی می شوند و اکثر مالِ ایشان ضائع
می شود و اکثر مالِ ایشان ضائع می شود و بے خبر باشند۔

کلمه ششم۔ آنکه رسم اجاره از خالصه [۹] باید برانداخت۔ امین
متدیّن کار شناس را در هر محلے نصب می باید نمود۔ در اجاره دادن ملک
خراب شود و رعیت پائمال و بدحال۔

کلمه هفتم آنکه قاضی و محتسب جمعے را باید ساخت که متهم به رشوت
نباشد و تدیّن و مذهب اهلِ سنت و جماعت داشته باشد ۵

کلمه نهم آنکه بائمه مساجد روزمره معهود بر وجه نیک می داده باشند
و تاکید حضور جماعت و منع از هتک حرمت رمضان و غیرِ آن بوجه بلیغ کرده شود

کلمه دهم۔ آنکه بادشاهِ اسلام و اُمرائے کبار به عیش حرام مشغول
نشوند، از گذشته توبه نصوح بجا آرند و آئنده اجتناب نمائند، بالفعل اگر

۵۔ کلمه هشتم........

این ده کلمه عمل نمایند امید است که بقاے سلطنت و تائید غیب و نصرتِ الٰہی نصیب گردد و ما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت و الیہ انیب

مکتوب دوم

بنام شاہے[۹]

الحمد للہ رب العٰلمین والصلوٰۃ والسلام الاتمان الاکملان علیٰ رسولہٖ شفیع المذنبین یوم الدین والہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ اما بعد! این کلمہ چند است کہ حمیتِ اسلام حامل بر عرضِ آنہا شدہ، حق عز و علا آں را بر سامع علیہ برساناد، وجود پادشاہانِ اسلام نعمتے است بغایت عظیم..... باید دانست کہ ولایت ہندوستان ملکے ست وسیع، اوائل ملوکِ اسلام در مدت بسیار بہ مجاہدہ بے شمار بہ دفعاتِ ایں ولایت را مسخر ساختہ اند۔ سوائے دہلی کہ جائے نشستِ پادشاہانِ صاحبِ اقتدار بودہ است در ہر ناحیہ فرمانروائے علاحدہ بود، مثل گجرات، احمد آباد کہ تعلق بہ والیٔ جداگانہ داشت، و تتمہ را بادشاہے دیگر، و بنگالہ در تحت و تصرف حاکمے دیگر، وا و دھ محل سلطنت شخصے دیگر کہ اورا سلطان الشرق می گفتہ اند و ملک دکھن عبارت از پنج سلطنت است، برہان پور، و برار، و اورنگ آباد

و بیجاپور که در هر ولایتے ازین ها پادشاهے مستقل بوده است و در مالوه
حاکمے جدا فرمان روا، هر یکے ازین مواضع که نام کرده شد، پادشاهے علیحده
صاحبِ فوجے و صاحب خزانه می داشت - و هر کدامے در مملکت خود مسجد ها
بنا نموده و مدرسه ها ساخته و مسلمانان از اطرافِ عرب و عجم انتقال نموده درین
مواضع عروج اسلام شدند و تا حال اولادِ همان مردم بر طورِ اسلام قائم اند-
و ممالک دیگر است که هیچگاه محلِ نشست پادشاهے از پادشاهان اسلام
نشد و بر کفر صرف باقی مانده، الّا آنکه پادشاهان از آنچه که نزدیک حدودِ
ایشان بود باج می گرفتند، و آں ملک راجپوتانه است طول او از حدودِ
تهته گرفته تا حدودِ بنگاله و بهار قریب چهل منزل و عرض او از نزدیک دهلی
و اکبر آباد تا حد گجرات و اُجین بیست منزل، این همه ملکے با وسعت است
که گاهے نشست گاه ملوکِ اسلامیه نشد. فقط کوتاه پادشاهانِ تیموریه همه
این ار جانب خود منسوب ساخته اند با قومِ راجپوت معاهدت و مناسبت
به میان آورده اند و آں جماعه را از کرِ خود نا امیده از شرِ آن ها مامون شدند-
و دست از جهادِ مطلق باز داشتند، و اقفانِ فنِ تاریخ تمام این ماجرا مفصل
بعرض خواهند رسید انشاء الله

بالجمله مرهٹه نامی فرقے از کفار که .... رئیسے دارند، در
اقصائے دکن از چند گاه سر بر آوردند و جمیع ولایتِ هندوستان را احاطه

کرده اند- متأخران ملوکِ تیموریه از جهت عدم دوراندیشی و کثرتِ غفلت
و اختلاف فکر بدستِ خود ملکِ گجرات به مرهٹه دادند[۱۱]، باز به همان سست اندیشی
و اسبابِ غفلتِ مالوه به آنها سپردند[۱۲]، و نام صوبه داری آنجا نهادند، رفته رفته
قومِ مرهٹه قوی تر شدند و اکثر بلادِ اسلام را متصرف گشتند[۱۳] و از مسلمانان و هنود
باج گرفتند و آن را چوتھ[۱۴] نام نهادند یعنی ربع حاصل، الا دهلی و نواحی وے
چون روسائے این شهر اولادِ پادشاهانِ قدیم اند و وزرائے و امراء و اولادِ
امرائے قدیم، لابد مرهٹه با ایشان نوعے از مروت بکار برده عهود درمیان
آوردند و سلسلهٔ سلوک از طرفین جنبانیده از انواع تملق مستأمن کرده گذاشتند
و الا دکهن که اولادِ نظام الملک مرحوم ...... گاهے با نواعِ حیل میان
قومِ مرهٹه جنگ انداخته و گاهے فرنگیان را با خود رفیق گرفته، شهرهائے
عظیم را مثل برهانپور و اورنگ آباد و بیجاپور متصرف ماندند، و اطراف و
نواحی را به مرهٹه گذاشتند، غیر این دو موضع خالص، تصرفِ مرهٹه است. بالجمله
برانداختن قومِ مرهٹه آسان کاریست. اگر غازیانِ اسلام کمر همت بربندند
دو سه صف آنها بشکنند. در اصل قومِ مرهٹه قلیل اند و ملحق به این طائفه کثیر
در برهم زدن یک صف جماعه که ملحق به ایشان اند از هم می پاشند و اصلِ قومِ مرهٹه
به همین شکست ضعیف می شود چون اقویا نیستند سلیقهٔ آنها فراهم آوردن کثرتِ
افواج است که از مور و ملخ بیش تر توان گفت نه دلاوری و گونه یراقی (۹)

غرضکہ فتنۂ قومِ مرہٹہ در ہندوستان اعظم فتنہ ہا است[15] حق تعالیٰ اخیر دہاد کسے را کہ این فتنہ را فرو نشاند۔ قوم دیگر از کفار جٹ است کہ مسکن این جماعہ درمیانِ دہلی و اکبرآباد واقع ست[16] این ہر دو شہر بمنزلہ دو حویلی بادشاہان بودہ است۔ تیموریہ گاہے در اکبرآباد می ماندند تا دبدبۂ ایشان بر راجپوتانہ افتد و گاہے در دہلی تا ہیبتِ ایشان بر سہرند و نواحے آن مستولی گردد مزارعانِ مواضع مابینِ دہلی و اکبرآباد قومِ جٹ بودند۔ پس احکام بریں قوم در زمانِ شاہ جہاں پادشاہ آں بود کہ کسے ازیں ہا بر اسپ سوار نشود و بندوق با خود ندارد و قلعہ برائے خود بنا نہ کنند۔ بعد ازاں رفتہ رفتہ پادشاہاں از حالِ آنہا غفلت نمودند و آں ہا فرصت یافتہ قلعہ ہا بنا ساختند۔ و بندوق با خود گرفتہ قطع طریق آغاز کردند۔ اورنگ زیب در آں وقت در دکھن مشغولِ قلعہ بیجاپور و حیدرآباد بود۔ از انجا فوجے برائے تادیب جٹ فرستاد[17] و نبیرۂ خود را بہ سرداری فوج معین نمود[18]۔ رئیسانِ راجپوتانہ باآں شہزادہ نفاق ورزیدند و مخالفت پیش کردند و اختلافے در لشکر واقع شد و باندک فروتنی آنہا اکتفا نمودہ فوجِ پادشاہی باز گشت و نیز در زمانِ محمد فرخ سیر شورش ایں جماعت بجوش آمد[19] قطب الملک کہ وزیر بود، افواجِ قاہرہ فرستاد، و چوراہمن کہ رئیسِ آں قوم بود بعد محاربات و مقابلات راضی بہ صلح شد و او را پیشِ پادشاہ آوردند و عفو تقصیرات نمودند۔ و ایں نیز در حقیقت خلافِ مصلحتِ اسلام بہ عمل آمد۔ باز در عہد محمد شاہ

طغیان و سرکشی ایں قوم زیادہ از حد بظہور آمد و ابن عم چورامن کہ سورج مل است
رئیسِ ایں جماعۃ شد و راہِ فساد پیش گرفت چنانچہ شہر بیانہ را کہ شہر قدیم
اسلام بود و علماء و مشائخ از مدّت ہفت صد سال در انجا اقامت داشتند
قہراً و جبراً متصرف گشتہ ہمہ مسلمانان را بخواری اخراج نمودند۔ ازاں باز ہر
روز سرکشی ایشاں زیادہ تر شد و بسبب اختلاف و غفلتِ ملوک و اُمراء کسے
باں نہ پرداخت۔ اگر بالفرض یکے قصدِ تنبیہِ او بخاطر می آرد وکلائے سورج مل
بہ اُمرائے دیگر رجوع نمودہ باوے در ساختہ مشورۂ پادشاہ را بر می گرداندند۔
تا آنکہ در زمانِ پسر محمد شاہ[23]، صفدر جنگ ایرانی خروج نمودہ با سورج مل
متفق شدہ بر شہر دہلی کہنہ تاخت آورد[24]۔ جمیع اہلِ شہر کہنہ را غارت نمود۔ پسر
محمد شاہ، در شہر نو خرید دروازہ ہا محکم بستہ جنگ توپخانہ سر کردند۔ بمحض فضلِ الٰہی
صفدر جنگ و سورج مل بعد دو سہ ماہ خائب و خاسر باز گشتہ[25] طرح موافقت
انداختند چوں مردم پادشاہ از جنگ عاجز شدہ بودند، موافقت آں اعداء
غنیمت باردہ شمردند۔ ازاں باز شوکت سورج مل افزونی یافت۔ و از
دو کروہ دہلی گرفتہ تا قصبۂ اکبرآباد و طولاً از حدودِ میوات تا فیروزآباد و
شکوہ آباد عرضاً متصرف شد........ و اذان و صلوٰۃ مقدور کسے
نہ کہ بر پا دارد، یک سال می شود کہ قلعۂ الور کہ مشرف بر جمیع میوات است با
سورج مل در تصرفِ خود آوردہ، ہیچ کس از ارکانِ سلطنت را مقدور نہ شد

که ممانعت نماید۔

محصولاتِ ہندوستان کم از ہفت ہشت کرور نیست لیکن بشرطِ غلبہ وشوکت دالّا درے بدست نمی آید چنانچہ الحال دیدہ می شود جائیکہ جٹ تصرف دارد محلِ وصول یک کرور است در اچیوتانہ با آں وسعت خود اگر بر سر ہر راجہ خراجے وضع کردہ شود کم از دو کرور نیست۔ در عہد محمد شاہ ہر سال از بنگالہ یک کرور مقرر بود وہمیشہ صوبہ دار آنجا بلا توقف می فرستاد، با وصف ادائے ایں مبلغ مالدار ترین اُمرائے ہندوستان صوبہ دار بنگالہ بود، چنانچہ باوجود بے نسقی دریں ایام ہم سفیہے کار نادیدہ نوجوانے کہ مسلط است بر بنگالہ یعنی نبیرۂ ناظم قدیم آنجا است[٢٦]، صاحب خزائن بے شمار است وسعادت خاں ایرانی وبعد از وے صفدر جنگ داماد او صوبہ اودھ را متصرف بودند، دو کرور ازیں صوبہ عائد داشتند، یک کرور خرچ می کردند و یک کرور جمع می ساختند، وہمیں مالداری حامل شد صفدر جنگ را کہ بر بادشاہ خروج کرد۔

وبرہم زدن شوکتِ جٹ نیز نزدیک تدبیر آسان است۔ ملکہائے کہ در تصرفِ خود گرفتہ است از خودش نیست، بلکہ از دیگراں غصب کردہ ست۔ ہنوز مالکان آں مواضع موجود اند، اگر بادشاہے صاحبِ شوکت وعدالت دستِ مرحمت بر سرِ آنہا گذارد، با سورج مل بہ مخالفت برخیزند

دلمیانِ خویش در آویزند۔ این است حالِ کفارِ ہندوستان ۔

امّا ماجرائے حالِ مسلمانان این است کہ نوکرانِ پادشاہ کہ زیادہ

از لکھ آدم بودند، پیادہ و سوار، بعضے اہلِ نقدی و بعضے جاگیردار۔ واز غفلت

پادشاہاں (نوبت) بجائے رسید کہ جاگیرداران برجاگیرات عمل و دخل نیابند

و کسے غور نمی فرماید کہ باعث بے عملی است و چوں خزانہ پادشاہ نماند نقدی ہم

موقوف شد، آخر حال ہمہ از ہم پاشیدند و کاسہ گدائی در دست گرفتہ اند، و

از سلطنت بجز نامی باقی نماند۔ چوں حالِ نوکرانِ پادشاہ بایں حد کشید،

تباہی حال سائر اہلِ بلدان کہ وظیفہ خواران بودند یا سوداگران یا محترفہ،

قیاس باید کرد کہ بچہ حد رسیدہ باشد، بانواع ظلم و ضیق معیشت گرفتار شدہ

اند۔ علاوہ ایں ہمہ ضیق و عسرت چوں قوم سورج مل و صفدر جنگ بر شہر کہنہ

دہلی تاخت کرد ہمہ بے خانماں و پریشان و بے مایہ گشتند، باز قحط متواتر از آسمان

نازل شد، بالجملہ ایں جماعۂ مسلمین قابلِ ترحم اند، دریں وقت ہر عملے و دخلے کہ در

سرکارِ پادشاہی جاری است بدستِ ہنود است کہ متصدیان و کارکنان

غیر ایں طائفہ نیست۔ ہر دولت و ثروتے کہ ہست در خانہائے ایشاں جمع شدہ

و ہر افلاسے و مخمصۂ کہ ہست بر مسلمانان۔ ــــــــــ سخن دراز شد

واز قاعدۂ اختصار بیرون رفت۔ حاصلِ کلام آنکہ در ممالکِ ہندوستان

غلبۂ کفار بایں صورت است کہ در بیان آمد و ضعفِ مسلمانان بایں صفت۔

دریں زمانہ پادشاہے کہ صاحبِ اقتدار و شوکت باشد وقادر بر شکستِ لشکرِ کفار و دور اندیش و جنگ آزما، غیر از ملازمانِ آنحضرت موجود نیست لاجرم بر آں حضرت فرضِ عین است قصدِ ہندوستان کردن و تسلط کفار مرہٹہ برہم زدن و ضعفائے مسلمین را کہ در دستِ کفار اسیر اند خلاص فرمودن، اگر غلبۂ کفر معاذ اللہ بر ہمیں مرتبہ ماند، مسلماناں اسلام فراموش کنند، و اندکے از زماں نگذرد کہ قومے شوند کہ نہ اسلام را دانند نہ کفر را۔ ایں نیز بلائے عظیم است کہ قدرت بر دفع آں بہ فضلِ ایزد منان غیر آں حضرت را میسّر نیست۔

ما بندگانِ الٰہی رسول خدا را صلی اللہ علیہ وسلم شفیع می آریم، و بنام خدائے عزوجل سوال می نمایم کہ ہمت باہمت را بجانب جہادِ کفار ایں نواحی مصروف فرمایند تا در پیشِ خدائے عزوجل ثوابِ جمیل در نامۂ اعمال آں حضرت ثبت شود، و در دیوانِ مجاہدین فی سبیل اللہ نامِ نامی نوشتہ شود و در دنیا غنائم بے حساب بدستِ غازیانِ اسلام افتد و مسلماناں از دستِ کفار نجات یابند ـــ بخدا می پناہیم از آنکہ بدستور نادرشاہ بعمل آید کہ مسلماناں را زیر و زبر ساخت و مرہٹہ و جٹ را سالم و غانم گذاشتہ رفت، از اں بارہ دولتِ کفار قوت یافت و جنود اسلام از ہم پاشید و سلطنتِ دہلی بمنزلہ لعبِ صبیاں گشت[۲۵] ۔ معاذ اللہ ۔ اگر آں قوم کفار

مسلم مانند و مسلماناں ضعیف، نام اسلام ہم جائے نخواہند ماند۔ اللہ اللہ ولاحول ولاقوۃ الا باللہ۔ خدائے عزوجل در صفتِ مجاہدین می فرماید محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم تراھم رکعا سجدا۔ الآیۃ ۲۹۔ یعنی سخت دل اند بر کافراں، مہربان اند بر مسلماناں و در وصفِ جمعے کہ با مرتداں جہاد کنند فرمود۔ یا ایھا الذین امنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللہ بقوم یحبھم ویحبونہ اذلۃ علی المومنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللہ ولا یخافون لومۃ لائم ۵۴۔ یعنی خدائے عزوجل دوست می دارد ایشاں را و ایشاں دوست می دارند خدا را و متواضع اند برائے مسلماناں سخت دل اند بر کافراں، ازیں جا معلوم می شود کہ فتح اسلام نصیبِ ہماں جماعت است کہ ہر جا مسلمانے ہست او را بمنزلہ فرزندان و برادران عینی دوست می دارند و ہر جا کہ کافر حربی است .... مانندِ شیرِ ژیاں۔

پس واجب است کہ دریں مجاہدات نیت تقویۃ اسلام بخاطر مستقر شود چوں افواجِ قاہرہ در جائے رسند کہ مسلماناں و کافراں آنجا بہم آمیختہ باشند باید کہ نسقچیاں بہ استقلال آنجا تعین شوند و با آنہا تاکید شود کہ جماعت از ضعفائے مسلمین کہ در قریات ساکن اند ایشاں را در قصبات و امصار در آرند و باز نسقچیاں در قصبات و امصار استادہ باشند تا بہ ہیچ وجہ بمالِ مسلمانے

غارت نشود و ناموس مسلمانے خلل نہ پذیرد۔ در حدیث شریف وارد شدہ کہ زَوَالُ الدُّنْیَا اَھْوَنُ عِنْدَ اللّٰہِ مِنْ قَتْلِ مُسْلِمٍ۔ سرورِ انبیاء علیہ من الصلوٰۃ اتمہا و من التحیات اکملہا عازم حدیبیہ شدند بقصدِ عمرہ و کفار قریش از دخولِ مکہ مانع آمدند۔ آخر حال با کفار صلح درمیان آمد بعض کبار صحابہ را حمیت دین بجوشید و راضی باں صلح نگردیدند۔ حضرت سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بقولِ ایشاں التفات نہ فرمود و صلح نمود۔ چوں ازیں سفر باز گشتند در راہ سورۂ انا فتحنا نازل شد، حق سبحانہ حکمتِ وجود صلح و تاخیر فتح آنجا آشکارا فرمود ولولا رجال مؤمنون ونساء مومنات لم تعلموھم ان تطؤھم فتصیبکم منھم معرۃ بغیر علم لیدخل اللّٰہ فی رحمتہ من یشآء لو تزیلوا لعذبنا الذین کفروا منھم عذابا الیما۔

یعنی چوں مسلماناں را مضرتے می رسید حکمتِ الٰہی تقاضا فرمود کہ ایں مقصد را بہ مہلت سرانجام باید و کافراں بطوع یا بکرہ قبول اسلام کنند و مسلماناں از گیرودار مجاہدین محفوظ مانند، بعد ازاں بعد دو سال فتح مکہ معظمہ گرفت و آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم با دوازدہ ہزار کس قریب مکہ رسیدند، و اہلِ مکہ بہ لطف و عنف داخل ربقۂ اسلام شدند و دستِ بیعت باں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم دادند۔ دریں قصہ پادشاہانِ دور اندیش و دانا دل صائب تدبیر را حلیم حکمتے است غریب، و آں آنست کہ در محلِ اختلاط مسلماناں با کافراں حسلم

تا کی را کار فرما شوند و بخت کافرانِ بدکیش را کہ بر مسلماناں تسلط یافتہ اند از ہمہ
متفرق سازند۔ بعد ازاں مسلماناں خود بخود دست در دستِ پادشاہ عادل، دور اندیش
خواہند داد ؎ وکم للّٰہ من لطفٍ خفیّ

یدقُّ خفاہ عن فہم الذکیّ

چنانکہ دوائے تلخ ہر چند سود مند باشد مذاقِ مریض باں رغبت نمی نماید
طبیبِ حاذق آں را با شہد می آمیزد ہمچناں پادشاہانِ عادل کہ بقصد جہادِ اعداء
اللہ متوجہ شوند و آں جا مسلماناں خرد و ریزہ متفرق باشند و بر جان و آبروئے
خود ترساں و ہراساں و بحسبِ طبیعت آں گیرودار را ناخواہاں۔ ہر جا کہ برسند
فقراء و غرباء و سادات و علمائے آں شہرہا بہ الطافِ خسروانہ و انعام پادشاہانہ و
انواعِ دلاسا و مدارا محفوظ سازند تا آوازۂ لطفِ ایشاں بہ اطرافِ بلاد دور و نزدیک
برسد و ہمہ باجمعہم دستِ دعا برائے فتح پادشاہ عدالت پناہ بکشایند و از خدائے
عزوجل شب و روز ہمیں استدعا نمایند کہ ایں آیتِ رحمت بہ شہرہا فرود آید۔ الاہم فالاہم
را بالتقدیم باید نمود، و ہر جا احتمالِ شکستِ مسلمانے باشد توقف باید فرمود۔ غلبۂ کفار را
اوّل بر ہم باید زد۔ و گرداگرد آں جماعہ کہ کفار اند در جہاد مقدم باید داشت تا
بے تردد و احتمالِ قتلِ مسلمانے مدعا بحصول انجامد۔ انتہائے کلام می باید کہ بہ صحبت
حضرت خاتم انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام در حقِ پادشاہانِ اسلام و نصائحِ خلفائے
راشدین در بابِ حفظِ آدابِ پادشاہی مطلع شود ؎

اخرج البخاری عن ابی سعید الخدری عن النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ما استخلف خلیفۃ الا لہ بطانتان بطانۃ تأمرہ بالخیر وتحضہ علیہ وبطانۃ تأمرہ بالشر وتحضہ علیہ والمعصوم من عصمہ اللّٰہ۔ واخرج ابو یوسف (رحمہ اللّٰہ) عن ابن سابط قال لما حضرت ابا بکر رضی اللّٰہ عنہ الوفاۃ ارسل الی عمر رض لیستخلفہ ثم قال لہ انی اوصیک بوصیۃ ان حفظتھا لم تکن شیٔ احب الیک من الموت وان ضیعتھا لم یکن شیٔ ابغض الیک من الموت ولن یعجزہ ان للّٰہ تعالیٰ علیک حقا فی اللیل لا یقبلہ فی النھار وحقا فی النھار لا یقبلہ فی اللیل وانہ لا یقبل نافلۃ حتی تؤدی الفریضۃ وانما خفت موازین من خفت موازینہ یوم القیامۃ باتباعھم الباطل فی الدنیا وخفتہ علیھم وحق المیزان لا یوضع فیہ الا الباطل ان یکون خفیفا وانما ثقلت موازین من ثقلت موازینہ یوم القیامۃ باتباعھم الحق فی الدنیا وثقلہ علیھم وحق المیزان لا یوضع فیہ الا الحق ان یکون ثقیلا فان انت حفظت وصیتی ھذہ فلا تکونن غائب احب الیک من الموت ولا بد لک منہ وان انت ضیعت وصیتی ھذہ فلا یکونن غائب ابغض الیک من الموت ولن تعجزہ۔

وأخرج ابو يوسف عن زبيد اليامي قال لما اوصى عمر
قال أوصى الخليفة من بعدي بتقوى الله وأوصيه بالمهاجرين
الاولين أن يعرف لهم حقهم وكرامتهم وأوصيه بالانصار الذين
تبوؤا الدار والايمان أن يقبل من محسنهم ويتجاوز عن مسيئهم وأوصيه
باهل الامصار فانهم رؤس الاسلام وغيظ العدو وجباة المال ان لا
يؤخذ منهم الا فضلهم عن رضى منهم وأوصيه بالاعراب فانهم أصل
العرب ومادة الاسلام أن يأخذ من حواشي اموالهم ليرد على فقرائهم
وأوصيه بذمة الله وذمة رسوله ان يولى لهم بعهدهم أن يقاتل من
ورائهم ولا تكلفوا فوق طاقتهم وأخرج ابو يوسف عن هانئ مولى عثمان
بن عفان قال كان عثمان رضي الله عنه اذا وقف على قبر بكى حتى يبل
لحيته فقيل له تذكر الجنة والنار فلا تبكي وتبكي من هذا. قال ان
رسول الله صلى الله عليه وسلم قال القبر اول منازل الآخرة فان
نجا منه فما بعده أيسر منه وان لم ينج منه فما بعده أشد منه

وأخرج ابو يوسف عن عطاء بن ابي رباح قال كان علي بن ابي
طالب رضه اذا بعث سرية ولى امرها رجلا ثم قال له أوصيك بتقوى
الله الذي لا بد لك من لقائه ولا منتهى لك دونه يملك الدنيا
والآخرة عليك بالذي بعثت له وعليك بالذي يقربك الى الله

فان فیما عند اللہ خلفا من الدنیا۔ این است الجہ لطریق اعجال المنوید در آمد و اگر توجہ خاطرِ عاطر باین کلمات مفہوم شد بعض مطالب تفصیلاً خواہد رسانید والحمد للہ اولاً و آخراً ظاہراً و باطناً۔

مکتوب سوئم

بجانب

نجیب الدولہ

خداے عزوجل آں امیر المجاہدین را بنصر ظاہر و تائید باہر مشرف کناد، وایں عمل را بعز قبول رسانیدہ ثمراتِ عظیمہ و برکاتِ جسیمہ بر آں مرتب گرداناد۔ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام محبت مشام واضح آنکہ دعاے نصر مسلمین کردہ می شود، و از سروش غیبی نفحات قبول شنیدہ می شود، امید ہست کہ خداے تعالیٰ بر دستِ ایشاں احیاء طریقہ جہاد فرمودہ برکاتِ آں عاجلاً و آجلاً نصیب کند۔

إِنَّهُ قَرِيبٌ مُّجِيبٌ!

مکتوب چہارم

بجانب

نجیب الدولہ

خدائے عزوجل آں امیر الغزوات، رئیس المجاہدین را بفتوح تازہ وتشریف بے اندازہ معزز وممتاز ساختہ ابواب برکات بر مسلمین بکشاید بکمال کرمہٖ انہٗ قریبٌ مجیب، در اکثر اوقات مرجوہ وظیفہ دعائے خیر ادا کردہ می شود و بعض احیان نوید غلبہ اسلام بگوشِ ہوش می رسد اگرچہ ایں معنی بعد انتظار و پس از کوشش ظاہر شود۔ بے دل نباید شد۔ لِکُلِّ اَجَلٍ کِتَاب۔ والسلام۔

مکتوبِ پنجم

بطرفِ

نجیب الدولہ

خداے عزوجل آں امیر الغزاۃ، رئیس المجاہدین را محفوظ و محفوظ در بہ عین عنایت ملحوظ دارد۔ بعد سلام واضح آنکہ رقیمہ کریمہ رسید، حمدِ الٰہی بر صحت و سلامت ذاتِ سامی بجا آوردہ شد، در پردۂ غیب بر انداختن ایں دو فرقہ ضالہ یعنی مرہٹہ و جٹ مصمم شدہ است۔ موقوف بر وقت است ہمیں کہ عزیزاں کمرِ ہمت بستند و در صددِ قتال آمدند، طلسمِ کفر ان شاء اللہ تعالیٰ، می شکنند، باقی ماند مطلبے دیگر چوں عبور افواجِ شاہیہ بہ دہلی واقع شود، اہتمامِ کلی باید کرد کہ شل سابق پامالِ ظلم نگردد، اہلِ دہلی چندیں دفعہ نہبِ اموال و ہتکِ ناموس دیدہ اند و بہ ہمیں سبب در کارہائے مطلوبہ شاہی توقف افتاد، آخر آہِ مظلوماں کارہا دارد، ایں بار اگر می خواہند کہ کار دست بستہ متیسر شود قدغن بلیغ باید نمود کہ کسے با مسلماناں و ذمیاں دہلی کار نداشتہ باشند۔ والسلام

مکتوب ششم

بطرف

نجیب الدولہ

خدائے عزوجل آں منبع الحسنات، امیر المجاہدین، رئیس الغزاۃ را بہ فتوح تازہ و برکاتِ بے اندازہ مشرف و ممتاز گرداناد۔ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ، ملتمس آنکہ اکثر اوقات بجناب مجیب الدعوات دعا کردہ می شود کہ فرقِ کفار منہزم و مستاصل سازد، امید واری از فضلِ او تعالیٰ آنست کہ عنقریب بوجود آید، در ہندستان سہ فرقہ از کفار بہ شدت و صلابت موصوف اند تا وقتیکہ استیصالِ ایں سہ فرقہ نمی شود نہ بادشاہے مطمئن شدہ می نشیند، نہ امراء و نہ رعیت بفراغِ خاطر می تواند زیست، مصلحتِ دینی و دنیوی ہر دو دراں منحصر است کہ بعد فتح مرہٹہ بہ ہمیں رنگ متوجہ قلعجاتِ جٹ شوند و آں را بہ نیروے برکاتِ غیبیہ بتیسیر فتح نمایند، بعد ازاں نوبتِ سکھ است، آنجماعہ را نیز زیر و زبر و برباد ساخت، و منتظرِ نفحات الٰہیہ باید بود۔

مقدمہ مہم تر آن است کہ مسلمانانِ ہندوستان چہ دہلی و چہ غیرِ آن چندیں صدمات دیدہ اند و چند بار نہب و غارت آزمودہ، کارد بہ استخواں رسیدہ است جائے ترحم است، برائے خدا و برائے رسولِ خدا تاکیدِ بلیغ باید کرد کہ متعرض مال مسلمانے نشود، دریں صورت اُمید آنست کہ ابوابِ فتوح پے در پے کشادہ گردد۔ اگر دریں امر تغافل شود بترسم کہ آہِ مظلوماں سدِ راہ مقصود گردد۔ والسلام۔

مکتوبِ ہفتم

بطرف

نواب نجیب الدولہ بہادر

خدائے عزوجل آں راس المجاہدین، رئیس الغزاۃ، امیر الامراء بہادر را بہ فتوحاتِ تازہ وترقیات بے اندازہ مشرف گرداناد، از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام مودّت التزام واضح باد کہ فقیر زادہ ازاں عالی مرتبہ پیغامِ زبانی بابت غلبۂ جت بر نواحی دہلی و سرکشیٔ او نقل کرد و جوابِ آں مفصل در آں مقدمہ درخواست نمود، بناءً علیہ ایں چند کلمہ مرقوم می شود۔ حقیقت این است کہ فقیر در واقعہ استیصال قومِ جت بہ ہماں صفت کہ قومِ مرہٹہ مستاصل شدہ اند، دیدہ است ونیز در واقعہ دید کہ مسلمین بر دیہات وقلاعِ جت مسلط شدہ اند و مسکن وماوائے مسلمین شدہ است۔ اغلب رائے آنست کہ روہیلہا در قلعہائے جات اقامت کنند، ایں قدر در غیب الغیب مصمم ومقرر است، فقیر را دریں مقدمہ شک وشبہ نیست، اما ہنوز در عالمِ ملکوت صورتِ فتح ظاہر نشدہ است، محتاج

توجہ و ہمتِ بندگانِ خدا کہ دریں کار ایشاں را قائم ساختہ اند ہست چوں این مقدمہ واضح شد صلاح دید این فقیر آنست کہ آں عالی مقام عزیز القدر بنیت اعلاء کلمۃ اللہ و تقویتِ ملتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوات والتسلیمات در خاطر مصمم کنند و جہادِ آں ملاعین شروع نمایند۔ روزیکہ از خانہ بقصدِ جہاد کوچ کنند، فقیر را اطلاع دہند، تا بطوریکہ خدا تعلیم کردہ است متوجہ شود۔ امیدواری از فضل حضرت کریم آنست کہ فتح عجیب دست دہد، و افواجِ آں ملاعین برہم خورد، این قدر خود ہموار باید ساخت کہ جنگِ اعدا نشیب و فراز دارد۔ بہ اندک خبر بددل نباید۔ از ابتدائے آفرینش حضرت آدم تا الیوم کدام فتح بودہ است کہ نشیب و فراز نداشت، زیادہ مبالغہ دریں مقدمہ عادت فقیر نیست، اما یک نکتہ را خاطر نشان خود بکنند کہ بعض مردم ہنود کہ بظاہر نوکرِ شما و دولتِ شما اند و بہ باطن میل بجانب آں ملاعین دارند نمی خواہند کہ قومِ کفرہ مستاصل شوند، ہزار حیلہ دریں مقدمہ خواہند انگیخت و بہر نوع صلح را در نظر آں عزیز القدر خواہند آراست، در دل می باید نیت مصمم ساخت کہ سخن آن جماعہ نشنوند و ہرگز بسخنِ ایشاں میل ننمایند اگر میل سخن آں جماعہ نمودند نصرتِ متاخر می شود، فقیر این مقدمہ را ہمچناں می داند کہ گویا کسے بہ چشم خود می بیند۔ والسلام

مکتوب ہشتم

بجانب

نواب نجیب الدولہ بہادر

خدائے عزّ وجل راس المجاہدین، رئیس الغزاة، امیر الامراء بہادر را بہ فتوحاتِ تازہ و ترقیاتِ بے اندازہ مشرف گرداناد۔ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام محبت التزام واضح باد، مکتوبِ محبت اسلوب متضمن استعداد جہاد جات و استفسارِ آنکہ جماعہ مسلمین با جاٹ موافق شدہ اند (سنہ ۱۱۷۳)، با آنجماعہ چہ نوع سلوک باید کرد، رسید، عزیز القدرمن! فتح جاٹ در غیب الغیب مصمم است، دریں باب ہیچ وسواس بہ خاطر شریف نہ رسد، ان شاء اللہ تعالیٰ بدستور مرہٹہ ہمیں کہ ہر دو صف برابر شدند مانندِ طلسم خواہد شکست، اگر جماعت از مسلمین ہمراہ جاٹ باشند ہیچگونہ وسواس نکنند، اُمید وارم کہ غیر آنکہ بظاہر کثرتِ دشمناں بہ نظر آید، ہیچ تشویش نخواہد پیش آمد۔ خدائے تعالیٰ دستِ آں جماعتِ مسلمین بند خواہد کرد قتال نخواہند کرد انشاء اللہ تعالیٰ بمثال آنکہ شیراں در رمہ گوسفنداں در آیند،

ہزیمت براں جماعت خواہد افتاد، از کثرتِ اعداء، اندیشہ نکنند، و نہ رفاقت مسلمین با اعداء ـــــــ ارادۂ خدا تعالیٰ بر ہمہ غالب است سخن صلح اگر کافراں بخدمت شریف بہر حیلہ عرض کنند گوش بسخن ایشاں نباید داشت، و اگر بعض مسلماناں کہ نیتِ ایشاں در اعلائے دینِ محمدی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیمات ضعیف است اندیشہ ہائے دور و دراز مستولی کنند، آں را نیز استماع نباید نمود، بغیر استعداد حرب و غیر شدۃ دریں کار ملحوظِ خاطرِ شریف نباشد۔ میاں فقیر گل بعض گفتگوئے مسلماناں و اندیشہائے باطل التماس نمودن مفصل بیان کردند۔ بتاکید تمام نوشتہ می شود تا وقتے کہ برائے جہاد جانب کوچ کنند، فقیر را اطلاع دہند، انشاء اللہ تعالیٰ ازاں وقت تا وقتِ فتح بدعائے ولی مشغول خواہد بود۔ والسلام

مکتوب نہم

بطرف

نجیب الدولہ

حق جل وعلی آں راس المجاہدین، رئیس الغزاۃ، امیر الامراء را بر مسند عزت متمکن داشتہ انواعِ خیرات بر منصۂ ظہور آرد۔ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام محبت التزام مکشوف باد، آنچہ معلوم می شود آنست کہ امروز تائید ملت دامت مرحومہ در پردۂ آں مصدرِ خیر ظہور می کند، از ہیچ ممر وسواس بخاطر شریف راہ نیابد ہمہ کارہا ان شاء اللہ تعالی بر مرادِ دوستان است، وہمہ دشمناں پامال سطوۃ الہی ثانیاً واضح آنکہ حافظ جو اہر خاں مردِ نیک نفس است خراش وتراش کہ اقبح عیوب بدنما پادشاہاں تواند بود، در نفسِ او نیافریدہ اند ....

سابق اشارتے بایں مضمون مرقوم شدہ بود۔ والسلام

مکتوبِ دہم

بنام

بندۂ مؤلف (یعنی شیخ محمد عاشق)

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ، از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام محبت التیام مطالعہ نمایند، الحمد للہ علی العافیۃ دی روز کہ فقیر از نمازِ جمعہ پیش از وقت معتاد برخواست و نزد آں عزیز القدر را رخصت نمود، سبب آں ہمیں بود، کہ ازدحام تشویش خاطر ندہد۔

۱۲۳۵

۳۵ھ

پادشاہ و والدہ او آمدند، نخست در مسجد بند و بست زنانہ کردند، غرض ازیں صورت آں بود کہ بے تکلف نشستہ ساعتے توقف کنند، قریب یک پاس نشست و طعام ہم خوردو اکثر کلامِ او استمداد در امور رفاہِ خلق اللہ بود و تاسف برآنکہ آنچہ در ایامِ اعتکاف یعنی حبس بر خود التزام نمودہ بود بظہور رسید و آنکہ کدام زلت از من صادر شدہ بود کہ صفاءِ قلب مستتر شد، پیش ازیں در مقام

رویا بہ مشاہدۂ جمال آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم مشرف می شدم، الحال میسر
نمی آید، در آں میاں سہ رویا ذکر نمود، اول وقتیکہ رفیع الدولہ را بہ پادشاہی[۳۶]
منصوب ساختہ بودند گفت پرسیدم کہ بعد رفیع الدولہ کدام بادشاہ خواہد شد
فرمودند روشن اختر،[۳۷] گفتم بعد از وے، گفت دیگرے ہست گویا نیست[۳۸]
گفتم بعد از وے، فرمودند تو[۳۹]، نہ پرسیدم تاکہ این معنی ممتند شود، و دیگرے
وقتے کہ قتل عام وقت نادر شاہ واقع شد، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم را بخواب
دیدم گویا حصار می کنند و بہ انگشت اشارت می کنند۔ پرسیدم این چیست؟ فرمودند
آفتے عظیم واقع شدہ حصار کردم تا قلعہ محفوظ ماند۔ دیگر وقتے بخواب دیدم گویا آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم جبۂ در دست مبارک درست می کنند، فرمودند برائے تو می سازم،
فقیر طریقۂ بیعت با آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم درخواب بیان کردم و بہ ملاحظۂ صورت
مبارک آں حضرت اشارت نمودم، گفت صورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
کہ در رویا رفیع الدولہ و روشن اختر دیدہ بودم حاضر ذہن من ست، فقیر گفت ہماں
را پیش خاطر مستحضر باید ساخت، الحمد للہ نماز در مسجد با فقیر خواندہ رخصت شد۔
والسلام۔

مکتوب یازدہم

بنام

بندۂ مولّف (یعنی شیخ محمد عاشق رح)

حقائق و معارف آگاہ و عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد از سلام محبت ہشام مطالعہ نمایند، الحمد للہ والمنۃ کہ دریں حادثۂ عامہ عافیت نصیب شد، ایں محلہ را معلوم نشد کہ فوجِ مخالف آمدہ بود یا نہ از جہت و سنبرِ دغارتیاں و ہم از جہتِ مصادرہ کہ بر سر حویلی ہا مقرر شدہ بود اذیتے نہ رسید، عالمگیر را سابق انچہ گفتہ شدہ بود کہ دریں فتنہ شمارا سلامت خواہد بود آں ہم بوقوع رسید، آل تمغائے اکثرے ضبط شد، الا آل تمغائے اینجانب کہ دستخط کردہ دادہ اند...... انتھٰی الحال احمد شاہ درانی متوجہ غزوہ جبٹ است، انچہ بوقوع خواہد آمد، نوشتہ خواہد شد، اہل شہر از قتل خود بسلامت ماندند اما موادِ فاسدہ دراہم و دنانیر کہ مرّاجِ ایشاں جمع شدہ بود، ہمہ را تنقیہ کلی بہم رسید چنانچہ جائے عبرت است کہ ہر قدر کہ بجاہ و حشمت بیشتر بودند، در

قید و ضرب و چوب کاری پیش قدم شدند، الا ماشاء اللہ تعالیٰ۔

والسلام

مکتوبِ دوازدہم

بنام

مولّف یعنی شیخ محمد عاشق رح

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجّادہ نشینِ اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر ولی اللہ عُفی عنہ بعد سلام مطالعہ نمایند الحمد للہ علی العافیہ، امروز افواہ شنیدہ شد کہ تشویشِ خاطر آورد کہ افواجِ دُرّانیہ بہ طرفِ بارہہ می روند[۴۲]، آرے جہت تشویشِ خاطر پیدا شد ہر چند ظن غالب است کہ طرف پھلت[۴۳] و بودہانہ کارے نداشتہ باشند، بالجملہ از فضلِ الٰہی امید قوی داریم کہ خدائے تعالیٰ شما را از جمیع آفات سلامت دارد و ایں معنی از دل می جوشد ہر چند بحسبِ ظاہر تشویشے می آید و تدبیر اصلاح کردہ می شود۔

مکتوب سیزدہم

بنام

بندۂ مولف (یعنی شیخ محمد عاشق ؒ)

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام

شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام مطالعہ نمایند الحمد للہ علی العافیۃ والمسئول من اللہ الکریم ان یدیم العافیۃ لنا ولکم، رقیمہ کریمہ رسید، آمدن بہ موضع مہلت بعافیت و سلامت معلوم شد، الحمد للہ علی ذالک موافق معہود در اعتکاف داخل شدیم، الحمد للہ علی التوفیق وعلی فتح ابواب المزید آنچہ از قبیل واردات احوال است نوشتن آں چنداں مزہ ندارد، وآنچہ از قبیل معارف است، ان شاء اللہ تعالیٰ بعد فراغ نوشتہ خواہد شد۔

آنچہ فقیر را معلوم می شود آنست کہ ابدالی باز خواہد آمد۔ برائے کبت کفار و ازالۂ دولت آں فریق وبعد انمام موعود در ہمیں سرزمین حیات ادای نماید و بقا امر با وجود کثرت اوزار و تراکم لعن بجہت ہمیں دولت کفار بودہ است۔ والسلام

مکتوب چہاردہم

بنام

بندۂ مولّف یعنی شیخ محمد عاشق رح

حقائق ومعارف آگاہ، عزیز القدر، سجادہ نشینِ اسلافِ کرام

شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ، بعد سلام مطالعہ نمایند

الحمد للہ علیٰ نعمائہٖ والمسئول من کرمہٖ العافیۃ والمعافاۃ والعفو

فی الدنیا والآخرۃ، نامۂ مشکینِ شمامہ رسید، حقیقت مرقومہ بوضوح پیوست

تبدلِ نعل در جنبیدن افواج و زیر و زبر ساختن بلاد بنظر می آید، مسئول دریں حادثہ آنست

کہ دائرہ سوء بر قدم کفار افتد و یک مشت مسلماناں کہ دریں بلادِ غربا مر افتادہ اند

در کنف عافیت مانند، انہ قریب مجیب، ہر چہ قضائے الٰہی است بعز

عزیز او ذلِ ذلیل البتہ منتہی است، طوبیٰ مر آں جماعت را کہ تسلیم و رضا

شعارِ ایشان است مقالاً و حالاً طوبیٰ مر آں جماعت را کہ بعد تسلیم و رضا نفحہ

از نفحاتِ قدس کہ از مکمن تدلّی کل حافظ آں جماعہ و ناصر آں قوم باشد۔ ان

ولیّیَ اللہ الذی نزل الکتاب وھو یتولی الصالحین۔ والسلام۔

مکتوب پانزدہم

بنام

بندۂ مولّف (یعنی شیخ محمد عاشق منہ رح)

حقایق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام از

فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام مطالعہ نمایند۔ الحمد للہ علی العافیہ خط سید فتح اللہ خاں رسید۔ یا حفیظ، بعدد جمل برائے خواندن نوشتہ شد۔ ختم سورۂ فیل یک ہزار و یکبار چند بار قبل و چند بار بعد درود بایں لفظ اللّٰھم صل علی سید القاہرین علی اعداء رب العالمین، و چند تعویذ سلاح فرستادہ شد، و ایں فقرہ در خطِ ایشاں مندرج شدہ ـــــ بخاطر فقیر می رسد کہ اگر ایں مسلماناں از دریا عبور کنند و یک بار حملہ بر جماعہ مرہٹہ جست نمایند نشانہ از نشانہائے خدائے تعالیٰ مشاہدہ کنند، آں ملاعین مانند طلسم از ہم پاشند۔ والسلام

مکتوب شانزدہم

بنام
شیخ محمد عاشق رح

حقائق و معارف آگاہ، عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ از فقیر ولی اللہ عفی عنہ، بعد از سلام مطالعہ نمایند نامۂ مشکین شمامہ رسید و تہلکہ کہ بسبب قربِ افواج کفرہ فجرہ دراں نواحی واقع ست، معلوم گشت، از جناب رب العزت مطلوب آن ست، کہ قریۃ الصالحین[۲۸] را از جہنمِ آفات نگہدارد۔

مکتوبِ ہفت دہم

بنام

مولّف یعنی شیخ محمد عاشقؒ

...... نوشتہ بودند کہ چہ خوب باشد اگر اعتکافِ رمضان

در پھلت واقع شود، فقیر را ایں معنی بغایت مرغوب است۔ امّا اختلالِ حالِ شہر کہ روز فتنۂ تازہ گل می کند و ترسے دیگر در خواطرِ مردم می نشیند، دریں حالت خانہ و کس و کوئے را گذاشتن از آدابِ مصالح ظاہر دور می نماید

ہماں مصرع مشہور مناسبِ حال می یابد ع

تجری الریاح بما لا تشتہی السفن

مکتوب ہشتادہم

بنام

مولف (یعنی شیخ محمد عاشق رح)

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلاف کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ، از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد از سلام مطالعہ نمایند...

...... اصل قصہ آنست کہ وقوع فتنہ از انچہ واقع شد مجمع التحقیق است۔ چوں آمد آمد افواجِ ابدالی بجانبِ کشمیر مسموع گشت، آں خطرہ کامنہ گل کرد، و مشاورت دراں باب درمیان آمد، بعد مشاورت مقرر کردیم کہ چوں کشائش تا بہ لاہور رسد، درہماں وقت قبیلہ را بہ طرفِ پھلت روانہ کنیم کہ حرکت قبل حدوث اندرات از قبیل طیش است و توقف الیٰ ما بعد ہجوم ازبابِ رعونت تا حال ہم ہماں اندیشہ مصمم است لکن دانیم ایں معنی قریب الوقوع است یا متاخر تا معلوم ......

مکتوبِ نوازدہم

بجانب

(مولانا) سید احمد کہ از دیارِ مردمِ روہیلہ ہستند

بعد از سلام مسنونِ اسلام از فقیر ولی اللہ عفی عنہ مطالعہ نمایند

الحمد للہ...... یاراں کہ ایں طرف آمدند شکر جناب سیادت مآب رطب اللسان بودند کہ تحریض جیوشِ روہیلہ بر رفاقت بادشاہِ اسلام و دفع نہب و قتل از مسلمین بوضعے نمودند کہ زیادہ ازاں متصور نباشد، فقیر از استماع ایں حکایات بغایت مبتہج و مسرور شدہ و دعا بر علو مرتبہ ایشاں در دنیا و آخرت ادا نمود......

مکتوبِ بستم

بجانب

وزیر الممالک آصف جاہ

اَلحمدُ للہ وسلامٌ علیٰ عبادہِ الذین اصطفیٰ بر خاطرِ عاطرِ این فقیر واضح شود کہ در ملکوت مقرر شدہ کہ کفار ذلیل و خوار شوند و بعد ازاں بچند مدت باغیاں رسواء و خراب گردند و اگر آں شوکت و شہامت مآب بریں ملاعین کمرِ ہمت بہ بندند ایں ہمہ منسوب بایشاں شود و تمام عالم مسخرِ ایشاں گردد و سبب رواجِ ملت و استقامتِ دولتِ ایشاں باشند، سعیِ قلیل خواہد بود و عوائدِ جلیل۔ اگر سعی نکنند ایں جملہ خود بخود بحوادثِ سماویہ ہلاک و مضمحل گردند دریں صورت ایں معنی بایشاں منسوب نگردد ؎

کارِ زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں

مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

چوں ایں معنی منقح ہو کہ معلوم است لہٰذا باں عزیز القدر بے اختیار گفتہ و نوشتہ می شود، وقت را غنیمت دانند و در جہاد اعداء اللہ تقاعد و تغافل را کار فرما نشوند بعد چندیں کار واضح خواہد شد ؎

وسوف تری اذا انکشف الغبار

أفرس تحت رجلک أم حمارك

چون اظہار اتم مطلوب بود دوستی و خیر خواہی دامن گیر از مبالغہ احتراز نرفت و سخنے ازیں فاش تر متصور نہ شد۔ فرد۔

گوئے توفیق و کرامت درمیاں افگندہ اند

کس بمیداں درنمی آید سواراں را چہ شد

سخنے کہ با محرماں خود در پردہ ادا می کردیم ایں جا بے پردہ نوشتہ شد تا عذر نماند والسلام والاکرام۔

مکتوب بست و یکم

بنام

وزیر الممالک آصف جاہ متضمن بعض نصائح شرف صدور یافتہ

.... امّا بعد! از فقیر ولی اللہ عفی عنہ واضح شود خدائے عزّوجل بکرمِ خود نوبادۂ شجرۂ اقبال را مبارک و مسعود کناد و در پرورش آں دوحۂ سعادت پرو شہابے اندازہ دہاد، آمین۔ بقیۃ الکلام آنکہ حکیمِ مطلق جلّ شانہٗ آدمی را بدو جز مرکب ساختہ بدنِ عنصری کہ متقاضیِ شہواتِ حسیہ است و روحِ پاک کہ مستدعیِ عقائدِ حقہ و اعمالِ نافعہ است، لاجرم سعادتِ آدمی نیز بہ دو قسم باشد، شیمۂ اہلِ فطرۃِ سلیمہ آنست کہ ہر دو سعادت را جمع نمایند نہ آنکہ بر یکے اختصار کنند، چنانکہ غذائے رُوح ہم ضروری است کہ بسبب فقدانِ مزاجِ رُوح از ہم می پاشد، رفعِ مظالم از مسلمین و ترویجِ دین و رسومِ نیک پیدا ساختن ہمہ سعادت در سعادت در سعادت است۔ والسلام

مکتوب بست و دوم

بجانب
وزیر الممالک آصف جاہ

خدائے عزّ و جل ترقیاتِ بے نہایت دہاد و بہ نعم دارین محظوظ و از نقم نشاتین محفوظ داراد۔ اما بعد! بابا فضل اللہ جانبِ (ما) استفسارِ بعض احوال نمودند۔ بخاطرِ فقیر رسید کہ بلبانِ قلم واضح باید ساخت، این ہمہ شدت ہائیکہ روئے می دہد با عتقادِ فقیر بسبب تقاعدیست کہ از جنگ مرہٹہ باختیار یا باضطرار واقع شدہ، دراں ایام کہ فقیر آگاہ ساختہ بود عنایتِ عجیب از پیش گاہ حضور بحکم ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات الا فتعرضوا لھا۔ بمثابہ باراں می بارید ہر چند قدر شامل جمیع حوادثِ اُمت در کارخانۂ حکمتِ الٰہی ہر امر وابستہ بخیریست خوب مضیٰ ما مضیٰ۔ ۵۵۳ اما فتنۂ قطب خاں افغان پس امیدواری از فضلِ حضرتِ باری آنست کہ عنقریب فرو نشیند و ظاہر آن ست کہ آں شخص سرسبز نشود و مدعائے باطل خود را بدست نیارد آنچہ فقیر را معلوم می شود آنست کہ آں عزیز القدر منصور و مظفر و محفوظ و محظوظ اند، پادشاہ را دریں جا ماندن بہتر ست

از بر آمدن - از شاہزادگان ہر کرا خواہند ہمراہ گیرند، بقیۃ الکلام آں کہ آں عزیز القدر را خدائے عزوجل تسلطِ کلی در ہندوستان دادہ، ما فقیراں امید دراز پیدا کردہ ایم کہ رفعِ مظالم و تغیر رسومِ بد و ترویجِ دینِ متین و اقامتِ امر .... و اشاعتِ علم و نماز و روزہ باحسنِ صورت بظہور آید، زیرا کہ در طالع ایشاں فرے و سعادتے عجیب مفہوم می شد و مزاجِ ایشاں صلاح و ذکا و رغبت باموِر خیر مدرک می نمود، از مقتضیاتِ زمانہ آنکہ تا حال ایں معانی ہیچ گونہ بظہور نہ رسید، خدا کند کہ من بعد تلافیِ مافات واقع شود - ایں قدر خود البتہ گذارش میشود کہ ہر چند مقدور باشد در بر انداختن گرانی غلہ سعی فرمایند و غارت و تاراج کہ در اطرافِ عالم شائع شدہ، بقدر امکان بر انداختن آں اہم مہمات است - والسلام -

مکتوبِ بست و سوم

بطرف

تاج محمد خاں بلوچ

رفعت و عوالی مرتبت عزیز القدر نواب تاج محمد خاں محفوظ و ملحوظ بعین
عنایت ملحوظ باشند، از فقیر ولی اللہ عفی عنہ بعد سلام محبت التزام واضح
آنکہ مکتوب بہجت اسلوب متضمن سرکشی ہائے جٹ رسید، امیدواری از فضلِ باری
آنست کہ آں سرکشِ حربی را مخذول و پائمال گرداند، خاطرِ شریف جمع دارند ——
دریں حالت واجب آنست کہ آں عزیز القدر با موسیٰ خاں و دیگر جماعہ مسلمین
موافقت نمایند و بایک دیگر مصافاة و یک جہتی بہ عمل آرند و صرفِ طاقت بر جہادِ
اعداء بتقدیم رسانند، اغلب کہ خدائے تعالیٰ بہ برکتِ اجتماعِ مسلمین، و
حُسنِ عزیمت ایشاں فتحِ تازہ نصیب گرداند، خدائے تعالیٰ در قرآنِ عظیم
می فرماید اِن تنصروا اللہ ینصرکم ۵۵۵، دریں زمانہ سببِ غلبہ کفار و

مغلوب شدنِ مسلمین غیرِ ایں علت نیست کہ مسلماناں ..... اغراضِ نفسانی درمیان آوردند۔ و ہنوز راہ خیل کاروبارِ خود ساختند، ایشاں البتہ استیصالِ کفار نخواہند خواست، دور اندیشیہا و تحملہا محمود است، امّا نہ تا ایں جا کہ کافراں بر بلادِ مسلماناں غالب آیندہ ہر روز شہرِ دیگر بدست آرند، ایں وقت تحمل و دور اندیشی نیست، وقتِ توکل ست و شمشیر بستن، و استعدادِ حرب کردن، و غیرتِ مسلمانی را بجوش آوردن۔ اگر چناں کنند اغلب کہ نسیم نصرو زیدن گیرد، انچہ فقیر می داند جنگِ جٹ مانند طلسمے است کہ اوّل پر ہول و سہمگیں می نماید چوں بتوکل و اعتماد بر صنع حضرتِ قادرِ بیچوں باں جانب توجہ واقع شود ظاہر گردد کہ غیر نمودِ بے بود ہیچ نبود۔ توقع کہ از چگونگی احوال خود و کیفیتِ استعدادِ حرب انچہ میسر آید، اطلاع می دادہ باشند کہ ایں معنی سلسلہ جنبانِ دعاء محافظت و نصرتِ ایشاں خواہد بود۔ والسّلام

مکتوبِ بست و چہارم

بطرف

نواب مجد الدولہ بہادر

خدائے عزوجل محفوظ و محظوظ و بعینِ عنایت ملحوظ داراد۔ دریں

ولا رقیمہ کریمہ متضمن ارتداد لشکر و شرح رائے ضعیف . . . کہ آں را دربیان

خود ہا پختہ گفتند رسید، عزیز القدرِ من! فقیر ایں قدر می داند کہ ملکیت

برانداختن ایں دو فریق کہ مرہٹہ و جٹ باشند اہم است و بعض اشخاص

کہ ہمتِ ایشاں را در حل و عقدِ مثلِ ایں امور دخل دادہ اند پیوستہ مامور اند

بہ دعائے استیصالِ ایشاں، اگر ایں تصمیم عزم بر ہلاکِ ایشاں نمی شود، ساعۃً

فساعۃً داعیہ ہمت بر استیصالِ ایشاناں در دلِ ایشاں نمی جوشید، اگر

آمدنِ آں شقی کہ مخربِ سلطنتِ تیموریہ است متحقق شود، یقین کہ مصداق

إنّ کیدی متین خواہد بود خاطرِ شریف جمع دارند۔ والسلام

مکتوبِ بست و پنجم

بطرف

نواب عبداللہ خاں کشمیری

خدائے عزوجل محفوظ و محظوظ و بعینِ عنایت ملحوظ داراد۔ رقیمہ سامیہ رسید و استفسار بکہ از اقامت در دیارِ جبٹ کردہ بودند، معلوم شد، عزیز القدر! از غیب بر دل جمعے مکرر داعیہ دعا باستیصال ہر دو فریق فرود می آید۔ زینہار در میانِ ایشاں نباید بود۔ خیر شرطاست، اگر دریں ایام عزمِ حج کنند، از ہمہ بہتر۔ ہم در دُنیا و ہم در آخرت۔ اگر میسّر شود انتقال از دار الکفر خود ضرور است، اگر حج کنند انشاء اللہ تعالیٰ، بعد عود فائدہ ہا خواہند دید این ایام ہرج و مرج است ہر چہ ادرسال معطل در خوف و خطر باید بود۔ والسلام

مکتوبِ بست و ششم

بطرف

حافظ جار اللہ پنجابی!

در ایامے کہ برائے حج بدیارِ عرب رفتہ بود

...... وقد وقعت بالدهلی داهیة عظیمة فنهب الکفار من قوم جت۔ البلدة القدیمة من الدهلی وعجزت الدولة عن دفعهم فنهبت الاموال وانتهکت و حرقت البیوت ولکن الله تعالیٰ خلصنی مع جمیع اهلی ومالی وبیوتی من ایدیهم ...... وکانت الواقعة فی اوائل رجب سنه ۱۱۶۱ھ واستمرت الی اواخر شعبان ۵۶ھ۔

ترجمہ مکتوبات

ترجمہ مکتوبِ اوّل

بجانب

بادشاہ و وزیر و اُمراء

بعد حمد و صلوٰۃ یہ چند کلمات ہیں جن کی تحریر کا باعث بادشاہِ اسلام، اُمراء اور جمہور مسلمین کی خیر خواہی ہوئی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے "خیر خواہی دین ہے"۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُمید ہے کہ اگر ان کلمات کے بموجب عمل کریں گے تو امورِ سلطنت کی تقویت، حکومت کی بقا اور عزت کی بلندی ظہور پذیر ہوگی۔

درپسِ آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند
آنچہ اُستادِ ازل گفت ہماں می گویم

(یعنی مجھ کو آئینہ کے پیچھے طوطی کی مانند رکھا ہے، جو کچھ "اُستادِ ازل" نے کہا ہے وہی کہتا ہوں)

کلمۂ اوّل:۔ اصل اصول جس پر حکومت کی بہتری اور ملّتِ بیضا کی

رونق موقوف ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اور اس کے رسول حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کے لئے یہ بات لازم کرلیں کہ جب فتحیابی نصیب ہو اور مخالف شکست یافتہ ہو تو سب سے پہلی[52] چیز جس کے اجرار کا مضبوط ارادہ کریں، جاٹوں کے علاقے اور اُن کے قلعوں کے فتح کرنے کی جد وجہد ہو۔ اس کام میں دینی و دُنیاوی دونوں فائدے ہیں۔ منجملہ ان ضروری کاموں کے "بدمعاشوں"[53] کی سرزنش کرنا بھی ہے، تاکہ کوئی زمیندار اس قسم کی شوخی اور بیباکی کا خیال بھی نہ لائے۔

کلمہ دوئم۔ یہ کہ خالصہ[54] کو کشادہ تر کرنا چاہیے خصوصاً وہ علاقہ جو دہلی کے اردگرد ہے، آگرہ، حصار، دریائے گنگ، اور حدودِ سہرند تک سب کا سب علاقہ یا اُس میں کا اکثر خالصہ ہو، کیونکہ امورِ سلطنت میں ضعف کا سبب خالصہ کی کمی اور خزانہ کی قلت ہوا کرتی ہے۔

کلمہ سوم۔ یہ کہ جاگیر[55] عطا کرنا بڑے بڑے اُمراء کے لئے مخصوص ہو چھوٹے چھوٹے منصب داروں[56] کو نقد دینا چاہیے (جاگیر نہ دی جائے) جیسا کہ عہدِ شاہجہاں میں قاعدہ تھا۔ اس لئے کہ چھوٹے منصب دار جاگیروں پر قابو نہیں پاتے اس لئے ٹھیکہ دینے کی احتیاج ہوتی ہے اسی وجہ سے وہ اکثر اوقات مفلس رہتے ہیں اور اپنے آپ کو کارہائے پادشاہی میں پوری طرح مشغول نہیں کرسکتے۔

کلمہ چہارم۔ یہ کہ جو لوگ اس فتنہ میں غنیم کے ساتھی ہوئے ہیں

ضروری ہے کہ ان کو جاگیر و منصب اور خدمت سے بیدخل کر دیں تاکہ اُن کے لئے یہ چیز سزا کے قائم مقام ہو جائے، اور دوسرے لوگ اس قسم کے مواقع پر "حق نمک" کی ادائیگی کے راستے سے نہ بھٹکیں۔

کلمۂ پنجم۔ یہ کہ افواجِ بادشاہی کی ترتیب عمدہ طریقہ پر کرنی چاہیے اور یہ ترتیب تین طریقوں سے ہو سکتی ہے۔

(۱) وہ داروغہ مقرر کئے جائیں جو مندرجہ ذیل تین صفتوں سے متصف ہوں

الف۔ نجیب ہوں

ب۔ بہادر ہوں اور اپنے ساتھیوں پر شفیق ہوں۔

ج۔ تہِ دل سے بادشاہ کے خیر خواہ ہوں

(۲) جن لوگوں سے اس فتنہ میں بے غیرتی اور نمک حرامی سرزد ہوئی ہے اُن کو معزول کر کے دوسروں کو داخلِ رسالہ کیا جائے۔

(۳) یہ کہ ملازموں کی تنخواہیں بغیر تاخیر کے اُن کو ملنی چاہئیں، اس لئے کہ تاخیر کی صورت میں وہ لوگ سودی قرض لینے پر مجبور ہوتے ہیں اور اُن کا اکثر مال ضائع ہو جاتا ہے۔

کلمۂ ششم۔ "خالصہ" سے ٹھیکہ دہندگی کی رسم موقوف کر دی جائے، دیندار۔ واقف کار امین ہر جگہ مقرر کر دیتے جائیں، ٹھیکہ دینے میں مُلک خراب ہوتا ہے اور رعیت پائمال و بدحال ہو جاتی ہے۔

کلمۂ ہفتم۔ یہ کہ قاضی و محتسب ایسے لوگوں کو بنایا جائے جو رشوت ستانی کی تہمت نہ لگائے گئے ہوں اور مذہبِ اہلِ سنت وجماعت رکھتے ہوں۔

کلمۂ ہشتم........

کلمۂ نہم۔ ائمہ مساجد کو اچھے طریقہ پر تنخواہ دی جائے، نماز باجماعت کی حاضری کی تاکید اور ماہِ رمضان کی بے حرمتی کی ممانعت پورے طور پر کی جائے،

کلمۂ دہم۔ یہ کہ بادشاہِ اسلام اور اُمرائے عظام ناجائز عیش و عشرت میں مشغول نہ ہوں، گزشتہ گناہوں سے سچے دِل سے توبہ کریں، اور آیندہ گناہوں سے بچتے رہیں۔ بالفعل اگر ان دس کلمات پر عمل کریں گے، مجھے امید ہے کہ بقائے سلطنت، تائیدِ غیبی اور نصرتِ الٰہی میسر ہو گی۔ وما توفیقی اِلّا باللّٰہ علیہ توکلت والیہ اُنیب۔ یعنی مجھے توفیق اللہ ہی سے حاصل ہو گی اور اُسی کی ذات پر میرا توکل ہے اور اُسی کی طرف میں رجوع کرتا ہوں۔

مکتوبِ دوم

کسی بادشاہ کے نام[۹-س]

بعد حمد و صلوٰۃ کے ـــــ یہ چند کلمات ہیں جن کے لکھے جانے کا باعث اسلامی حمیت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کلمات کو گوشِ مبارک تک پہنچادے۔

بادشاہانِ اسلام کا وجود اللہ تعالیٰ کی ایک زبردست نعمت ہے ...... جاننا چاہیئے کہ مُلکِ ہندوستان ایک وسیع ملک ہے۔ قدیم اسلامی بادشاہوں نے بڑی مدت میں بڑی جد وجہد کے بعد کئی دفعہ بار بار کر اس ولایت کو فتح کیا ہے، علاوہ دہلی کے جو صاحبِ اقتدار بادشاہوں کا مستقر رہی ہے، ہر علاقہ میں علیحدہ علیحدہ فرمانروا تھے، مثلاً گجرات احمد آباد کا علاقہ ایک علیحدہ حکمراں سے تعلق رکھتا تھا۔ ٹھٹھہ کا دوسرا بادشاہ تھا، بنگالہ ایک اور حاکم کے زیرِ حکومت تھا۔ اودھ جدا ایک شخص کے زیر اقتدار رکھتا

جس کو سلطان الشرق، یعنی پورب کا بادشاہ کہتے تھے، ملک دکھن پانچ حسب ذیل سلطنتوں کا مجموعہ تھا۔

(۱) برہان پور

(۲) برار

(۳) اورنگ آباد

(۴) حیدر آباد

(۵) بیجاپور

ان پانچوں سلطنتوں میں سے ہر سلطنت کا ایک جداگانہ مستقل بادشاہ تھا۔

مالوہ کا بھی حکمراں علیحدہ تھا، اور ان تمام مذکورہ علاقہ جات میں سے ہر ایک علاقہ کا بادشاہ مستقل طور پر صاحب فوج اور صاحب خزانہ ہوتا تھا ہر ایک بادشاہ نے اپنی اپنی مملکت میں مسجدیں تعمیر کرائیں، مدرسے قایم کئے، عرب و عجم کے مسلمان اپنے اپنے وطنوں سے منتقل ہو کر ان علاقوں میں آگئے اور یہاں اسلام کی ترویج و اشاعت کا باعث بنے، اس وقت تک اُن لوگوں کی اولاد اسلام کے طور و طریقہ پر قایم ہے، ایک اور ملک بھی ہے جو کبھی کسی بادشاہِ اسلام کے قبضہ میں نہیں آیا اور وہ اپنے خالص غیر مسلمانہ طریقہ پر باقی رہا، اتنا ضرور ہوا کہ بادشاہ ان راجاؤں سے جو اُن کے حدود

میں بطنے خراج لیا کرتے تھے ۔ یہ ملک جس کا تذکرہ ہو رہا ہے راجپوتانہ کا
مُلک ہے، اس ملک کا طول حدودِ ٹھٹھہ سے لے کر حدودِ بنگالہ و بہار تک
چالیس منزل ہے اور عرض دہلی و آگرہ سے لے کر گجرات و اجین کی حد تک
بیس منزل ہے، یہی وہ باوسعت ملک ہے جو کبھی ملوکِ اسلامیہ کی نشستگاہ
نہیں بنا ۔ قصہ مختصر ۔ پادشاہانِ مغلیہ نے راجپوتوں سے معاہدہ کر لیا اور
اس گروہ کو اپنا ماتحت قرار دے کر اُن کی مخالفت سے مامون و محفوظ ہو گئے
اور جنگ سے دست کشی اختیار کر لی، واقفانِ فنِ تاریخ تفصیلی طور پر، ان
واقعات کو بیان کریں گے ۔ [ص۱۰]

غیر مسلم ہیں ایک قوم مرہٹہ نامی ہے کہ .... اُن کا ایک
سردار ... اس قوم نے کچھ عرصہ سے اطرافِ دکن میں سر اُٹھایا ہے ، اور
تمام ملک ہند ... ان پر ... نراز ہے ۔ شاہانِ مغلیہ میں سے بعد کے بادشاہوں
نے عدم دور اندیشی، غفلت اور اختلافِ فکر کی بنا پر ملکِ گجرات [ص۱۱] مرہٹوں کو
دے دیا پھر اسی شکست اندیشی اور غفلت کی وجہ سے مُلک مالوہ بھی اُن کے
سپرد کر دیا [ص۱۲] اور اُن کو وہاں کا صوبہ دار بنا دیا ۔ رفتہ رفتہ قوم مرہٹہ قوی تر ہو گئی اور
اکثر بلادِ اسلام اُن کے قبضہ [ص۱۳] میں آ گئے ۔ مرہٹوں نے مسلمانوں اور ہندوؤں
دونوں سے باج لینا شروع کر دیا اور اس کا نام چوتھ [ص۱۴] (یعنی آمدنی کا چوتھا حصہ)
رکھا ۔

دہلی اور نواحِ دہلی میں مرہٹوں کا تسلط اس وجہ سے نہ ہوسکا کہ دہلی کے رؤسا یا دشاہانِ قدیم کی اور یہاں کے وزراء اور اُمراء، اُمرائے قدیم کی اولاد ہیں، ناچار مرہٹوں نے اُن لوگوں سے یک گونہ مروّت کا معاملہ رکھتے ہوئے عہد و پیمان کر لیا اور رواداری کا سلسلہ جاری کرکے طرح طرح کی چاپلوسی سے دہلی والوں کو اپنی طرف سے امن و امان دے کر چھوڑ دیا۔ دکھن پر بھی مرہٹوں کا قبضہ اس بنا پر نہ ہوسکا کہ نظام الملک مرحوم کی اولاد نے بڑی بڑی تدبیریں کیں کبھی مرہٹوں کے درمیان میں پھوٹ ڈلوا دی، کبھی انگریزوں کو اپنا رفیق بنالیا۔ اور بُرہان پور، اورنگ آباد، بیجا پور جیسے بڑے بڑے شہروں پر اولاد نظام الملک قابض رہی؛ البتہ اطراف و نواحی کو مرہٹوں کے لئے چھوڑ دیا —— المختصر سوائے دہلی و دکھن کے خالص طور پر مرہٹوں کا تسلط ہے۔ قومِ مرہٹہ کا شکست دینا آسان کام ہے، بشرطیکہ غازیانِ اسلام کمرِ ہمت باندھ لیں، حقیقت یہ ہے کہ قومِ مرہٹہ خود قلیل ہیں؛ لیکن ایک گروہ کثیر اُن کے ساتھ ملا ہوا ہے، اس گروہ میں سے ایک صنف کو بھی اگر درہم برہم کر دیا جائے تو یہ قوم منتشر ہو جائے گی اور اصل قوم اسی شکست سے ضعیف ہو جائے گی؛ چونکہ یہ قوم قوی نہیں ہے، اس لئے اس کا تمام تر سلیقہ ایسی کثیر فوج جمع کرنا ہے جو چیونٹیوں اور ٹڈیوں سے بھی زیادہ ہو دلاوری اور سامانِ حرب کی بہتات اُن کے یہاں نہیں ہے۔

الغرض قومِ مرہٹہ کا فتنہ ہندوستان کے اندر بہت بڑا فتنہ ہے [15]

حق تعالیٰ بھلا کرے اُس شخص کا جو اس فتنے کو دبائے۔

غیر مسلموں کی ایک قوم جاٹ ہے جس کی بود و باش دہلی و آگرہ کے درمیان ہے، یہ دونوں شہر بادشاہوں کے لئے دو حویلیوں کی مانند رہے ہیں۔ مغل بادشاہ کبھی آگرہ میں رہتے تھے تاکہ اُن کا دبدبہ اور رعب راجپوتانہ تک پڑے اور کبھی دہلی میں فروکش ہوتے تھے تاکہ اُن کی شوکت و ہیبت سرہند اور نواحی سرہند تک اثر ڈالے۔

دہلی و آگرہ کے درمیان کے مواضعات میں قوم جاٹ کاشتکاری کرتے تھے۔ زمانہ شاہجہاں میں اس قوم کو حکم تھا کہ گھوڑوں پر سوار نہ ہوں، بندوق اپنے پاس نہ رکھیں اور اپنے لئے گڑھی نہ بنائیں، بعد کے بادشاہوں نے رفتہ رفتہ اُن کے حالات سے غفلت اختیار کر لی اور اس قوم نے فرصت کو غنیمت جان کر بہت سے قلعے تعمیر کر لئے اور اپنے پاس بندوق رکھ کر لوٹ مار کا طریقہ شروع کر دیا۔ اورنگ زیب اُس وقت دکھن میں قلعہ بیجاپور و حیدر آباد کے فتح کرنے میں مشغول تھا، دکھن ہی سے ایک فوج جاٹوں کی تادیب کے لئے اُس نے روانہ کی اور اپنے پوتے کو فوج کا سردار مقرر کیا، رئیسانِ راجپوتانہ نے اس شہزادے سے مخالفت کر لی، لشکر میں اختلاف واقع ہوا، جاٹوں کی تھوڑی سی عاجزی پر اکتفا کر کے فوج بادشاہی واپس ہو گئی۔

محمد فرخ سیر کے زمانہ میں اس جماعت کی شورش پھر جوش میں آئی

قطب الملک وزیر نے زبردست فوجیں ان کی طرف بھیجیں - چورامن جو اس قوم کا سردار تھا بعد جنگ صلح پر راضی ہو گیا، اُس کو بادشاہ کے سامنے لائے اور تقصیرات کی معافی دلوائی، یہ کام بھی خلافِ مصلحت عمل میں آیا -

پھر عہد محمد شاہ میں اس قوم کی سرکشی[20] حد سے تجاوز کر گئی، اور چورامن کا چچازاد بھائی سورج مل اس جماعت کا سردار ہو گیا اور فساد کا راستہ اختیار کیا، چنانچہ شہر بیانہ جو کہ اسلام کا قدیم شہر تھا اور جہاں پر علماء و مشائخ سات سَو سال سے اقامت پذیر تھے اُس شہر پر قہراً و جبراً قبضہ کر کے مسلمانوں کو ذلت و خواری کے ساتھ وہاں سے نکال دیا، اُس کے بعد سے سرکشی برابر بڑھتی گئی، بادشاہوں اور امیروں کے اختلافات و غفلت کی بنا پر کوئی بھی اس جانب متوجہ نہ ہوا - اگر بالفرض ایک امیر اُس کی تنبیہ کا قصد کرے تو سورج مل کے کارکن دوسرے اُمراء کی جانب رجوع کرتے ہیں اور اس طرح بادشاہ کے مشورے کو پلٹ دیتے ہیں[22] پسر محمد شاہ کے عہد میں صفدر جنگ[23] ایرانی نے خروج کیا اور سورج مل سے سازش کر کے پرانی دہلی پر حملہ کر دیا اور تمام باشندگان شہر کہنہ کو لوٹ[24] لیا -

پسر محمد شاہ نے شہر کے دروازوں کو بند کر کے جنگِ توپ خانہ شروع کی محض خدا کے فضل سے صفدر جنگ اور سورج مل دو تین ماہ کے بعد

ناکامیاب واپس ہوئے اور صلح و موافقت کی داغ بیل ڈالی، چونکہ بادشاہ کے آدمی جنگ سے تھک چکے تھے اس لئے انھوں نے صلح کو غنیمت شمار کیا اُس کے بعد سے سورج مل کی شوکت ترقی پاگئی، دہلی سے دو کوس کے فاصلہ سے لے کر آگرہ کے آخر تک طول میں اور میوات کے حدود سے فیروز آباد و شکوہ آباد تک عرض میں سورج مل قابض ہوگیا کسی کی طاقت نہیں کہ وہاں اذان و نماز جاری کر سکے۔

ایک سال ہوا کہ قلعہ الور جو کہ تمام میوات کی خبر گیری کی لئے ایک جائے بلند تھی، سورج مل اُس کو بھی اپنے قبضہ میں لے آیا، ارکانِ سلطنت میں سے کسی کی مجال نہ ہوئی کہ وہ اس کام سے روک دیتا۔

ہندوستان کے محصولات سات آٹھ کروڑ سے کم نہیں ہیں بشرطیکہ غلبہ و شوکت موجود ہو ورنہ ایک کوڑی بھی ملنی مشکل ہے جیسا کہ اس وقت دیکھا جا رہا ہے جس علاقہ پر جاٹ قابض ہیں وہ ایک کروڑ روپیہ محصول کی جگہ ہے راجپوتانہ کا علاقہ اپنی وسعت کے باعث دو کروڑ روپیہ سے کم آمدنی کا نہیں ہے بشرطیکہ ہر راجہ پر خراج مقرر کیا جائے۔ عہدِ محمد شاہ میں بنگالہ سے ہر سال ایک کرور کی آمدنی تھی اور وہاں کا صوبہ دار ہمیشہ بلا توقف بھیجتا رہتا تھا اس رقم کی ادائیگی کے باوجود صوبہ دار بنگالہ ہندوستان کے اُمراء میں انتہائی مالدار امیر تھا۔ چنانچہ اس وقت بھی کہ بنگالہ میں بے انتظامی ہے اور وہاں

ایک بے وقوف ناواقف کار نوجوان یعنی ناظم قدیم کا پوتا[ف۲۶] مسلط ہے، اور پھر بھی وہ نوجوان خزائن بیشمار کا مالک ہے۔ سعادت خاں ایرانی اور اس کے بعد اس کا داماد صفدر جنگ صوبہ اودھ پر قابض تھے، دو کرور اس صوبہ سے وصول کرتے تھے ایک کرور خرچ کرتے تھے، اور ایک کرور جمع کرتے تھے، اسی مالداری نے صفدر جنگ کے اندر بادشاہ سے مقابلہ کرنے کا حوصلہ پیدا کیا۔ جاٹ کی شوکت کو درہم برہم کرنا بھی تدبیر کے نزدیک آسان کام ہے، اُنھوں نے جو علاقے اپنے قبضے میں کر لئے ہیں وہ اُن کے نہیں ہیں بلکہ غصب کئے ہوئے ہیں، اُن کے مواضع کے مالک ابھی تک زندہ و موجود ہیں، اگر کوئی صاحبِ شوکت و عدالت بادشاہ مہربانی کا ہاتھ اُن مالکوں کے سر پر رکھے تو وہ لوگ سورج مل کے مقابلہ کے لئے اٹھ کھڑے ہونگے یہ جو کچھ بیان کیا گیا ہندوستان کے غیر مسلموں کا حال تھا۔ رہا مسلمانوں کا حال وہ یہ ہے کہ نوکرانِ بادشاہ جو کہ ایک لاکھ سے زائد تھے، اُن میں پیادہ و سوار بھی تھے، اہلِ نقدی و جاگیردار بھی تھے، بادشاہوں کی غفلت سے نوبت یہاں تک پہنچی کہ جاگیردار اپنی جاگیروں پر عمل و دخل نہیں پاتے، کوئی غور نہیں کرتا کہ اس کا باعث بے عملی ہے، جب خزانہ بادشاہ نہیں رہا نقدی بھی موقوف ہوگئی، آخرکار سب ملازمین تتر بتر ہوگئے[ف۲۷] اور کاسۂ گدائی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ سلطنت کا بجز نام کے اور کچھ باقی نہ رہا[ف۲۷]۔ جب ملازمینِ بادشاہ کا یہ بُرا حال ہے تو تمام دیگر اشخاص کے حال کو جو کہ وظیفہ خوار یا سوداگر یا اہلِ صنعت ہیں اُنھیں پر

قیاس کر لینا چاہیے کہ کس حد تک خراب ہو گیا ہوگا، طرح طرح کے ظلم اور بے روزگاری میں یہ لوگ گرفتار ہیں، علاوہ اس تنگی و مفلسی کے جب سورج مل کی قوم نے اور صفدر جنگ نے مل کر دہلی کے پرانے شہر پر دھاوا بولا، یہ غریب سب کے سب بے خانماں، پریشاں اور بے مایہ ہو گئے — پھر متواتر آسمان سے قحط نازل ہوا، غرضیکہ جماعتِ مسلمین قابلِ رحم ہے اس وقت جو عمل و دخل سرکارِ بادشاہی میں باقی ہے وہ ہنود کے ہاتھ میں ہے کیونکہ متصدی و کارکن سوائے ان کے اور کوئی نہیں ہے ہمہ قسم کی دولت و ثروت اُن کے گھروں میں جمع ہے افلاس و مصیبت کا بادل مسلمانوں پر چھا رہا ہے — بات طویل ہو گئی اور اختصار کے حدود سے باہر نکل گئی — حاصلِ کلام یہ ہے کہ ملک ہندوستان میں غیر مسلمو کے غلبہ کی نوعیت یہ ہے جو معرضِ بیان میں آئی۔ اور مسلمانوں کا ضعف اس حد تک پہنچ گیا ہے جو لکھا گیا — اس زمانے میں ایسا بادشاہ جو صاحب اقتدار و شوکت ہو اور لشکرِ مخالفین کو شکست دے سکتا ہو، دور اندیش اور جنگ آزما ہو، سوائے آنجناب کے اور کوئی موجود نہیں ہے، یقینی طور پر جنابِ عالی پر فرضِ عین ہے ہندوستان کا قصد کرنا اور مرہٹوں کا تسلط توڑنا اور ضعفائے مسلمین کو غیر مسلموں کے پنجے سے آزاد کرنا۔ اگر غلبۂ کفر معاذ اللہ اسی انداز پر رہا تو مسلمان اسلام کو فراموش کر دیں گے اور تھوڑا زمانہ نہ گذرے گا کہ یہ مسلم قوم ایسی قوم بن جائیگی کہ اسلام اور غیر اسلام میں تمیز نہ ہو سکے گی، یہ بھی ایک بلائے عظیم ہے، اس بلائے عظیم

کے دفع کرنے کی قدرت بفضلِ خداوندی جناب کے علاوہ کسی کو میسر نہیں ہے۔

ہم بندگانِ الہٰی، حضرت رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم کو شفیع گردانتے ہیں اور خدائے عز وجل کے نام پر التماس کرتے ہیں کہ ہمتِ مبارک کو اس جانب متوجہ فرما کر مخالفین سے مقابلہ کریں تاکہ خدائے تعالیٰ کے یہاں بڑا ثواب جناب کے نامۂ اعمال میں لکھا جائے، اور مجاہدین فی سبیل اللہ کی فہرست میں نام درج ہو جائے دنیا میں بے حساب غنیمتیں ملیں اور مسلمان دستِ کفار سے خلاصی پا جائیں۔ خدا سے پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ نادر شاہ کی طرح عمل ہو کہ وہ مسلمانوں کو زیر و زبر کر گیا، اور مرہٹہ و جٹ کو سالم و غانم چھوڑ کر چلتا بنا۔ نادر شاہ کے بعد سے مخالفین قوت پکڑ گئے اور لشکرِ اسلام کا شیرازہ بکھر گیا، اور سلطنتِ دہلی بچوں کا کھیل بن گئی۔ پناہ بخدا اگر قومِ کفار اسی حال پر رہے اور مسلمان ضعیف ہو جائیں تو اسلام کا نام بھی کہیں باقی نہ رہے گا۔

خدائے تعالیٰ مجاہدین کی صفت میں فرماتا ہے مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهٗ۔ الآیۃ۔ یعنی وہ غیروں پر سخت دل ہیں اور اپنوں پر مہربان ہیں۔[۲۹]

اُس جماعت کے وصف میں جو مرتدوں سے مقابلہ کرتی ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔[۳۰]

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا مَن يَرْتَدَّ مِنكُمْ فَسَوْفَ يَأْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ۔ الآیۃ۔

یعنی خدا تعالیٰ دوست رکھتا ہے اُن کو اور وہ دوست رکھتے ہیں

خدا تعالیٰ کو وہ مسلمانوں کے سامنے تواضع سے پیش آتے ہیں، اور غیروں پر

سخت ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ فتح اسلام اُس جماعت کو نصیب ہوتی ہے جس کی یہ شان ہو کہ اگر کسی جگہ مسلمان ہوں اُن کو وہ اپنے بیٹوں اور سگے بھائیوں کی طرح رکھے اور مخالف کے مقابلہ میں وہ شیر نر کی مانند ہو۔

پس واجب ہے کہ ان مجاہدات میں تقویتِ اسلام کی نیت کر لی جائے، جب افواجِ قاہرہ ایسے مقام پر پہنچیں جہاں پر مسلمان اور غیر مسلمان دونوں رہتے ہوں چاہیے کہ منتظمین خاص طور پر ایسے مقام پر متعین ہوں اور اُن کو تاکید کی جائے کہ جو ضعیف مسلمان قریوں میں ساکن ہیں اُن کو قصبوں اور شہروں میں لے آئیں پھر کچھ منتظمین قصبوں اور شہروں پر مقرر کئے جائیں جو اس بات کی کڑی نگرانی کریں کہ کسی مسلمان کا مال نہ لوٹا جائے اور کسی مسلمان کی عزت میں فرق نہ آنے پائے

حدیث شریف میں آیا ہے کہ "اللہ کے نزدیک تمام دُنیا کا زوال قتلِ مسلم کے مقابلہ میں ہیچ ہے"۔ حضرت سرورِ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم بقصدِ عمرہ جب حدیبیہ تشریف لے گئے، اور کفارِ قریش مکہ کے داخلہ سے مانع آئے آخر الامر کفارِ مکہ سے صلح ہوئی۔ اگرچہ بعض بڑے صحابہ میں سے ایسے تھے جن کی حمیتِ دینی جوش میں آئی اور اس صلح پر راضی نہیں ہوتے تھے، لیکن

حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے قول پر التفات نہیں فرمایا، اور صُلح کرلی، جب اس سفر سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس ہوئے سورۂ انا فتحنا نازل ہوئی، اللہ تعالیٰ نے اس سورۃ میں صلح کی حکمت اور تاخیرِ فتح کی وجہ ظاہر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَلَوْلَا رِجَالٌ مُّؤْمِنُونَ وَنِسَآءٌ مُّؤْمِنَاتٌ لَّمْ تَعْلَمُوهُمْ
تا عذابًا الیماً

اگر نہ ہوتے (مکہ میں) کئی مرد ایمان والے اور کئی عورتیں ایمان والیاں جن کو تم نہیں جانتے اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ تم اُن کو پیس ڈالوگے پس اس کے نتیجے میں تم کو گناہ ہوتا بغیر دانستگی کے (تو تصدیق خواب بالفعل ہو جاتی اور جلد فتح میسر ہوتی) (خدا نے فتح کو موخر کیا) تاکہ داخل کردے جس کو چاہے اپنی رحمت کے سایہ میں۔ اگر ہر دو فریق ایک دوسرے سے جُدا ہو جاتے تو ہم منکروں پر (فی الفور) آفت ڈال دیتے۔

یعنی چونکہ مسلمانوں کو مضرت پہنچ جانے کا اندیشہ تھا حکمت الٰہی نے تقاضا کیا کہ اس مقصد کو مہلت کے ساتھ انجام دیا جائے تاکہ منکرین کسی نہ کسی طرح قبولِ اسلام کرلیں اور مسلمان مجاہدین کے غلبہ سے محفوظ رہیں۔ چنانچہ صُلح حدیبیہ کے دو سال بعد مکہ فتح ہوا، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بارہ ہزار

اشخاص کے ساتھ مکہ کے قریب پہنچے، اور اہلِ مکہ بہر طور داخلِ اسلام ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

اس واقعہ صلح حدیبیہ و فتح مکہ میں پادشاہانِ دور اندیش کو حکمت کی عجیب و غریب تعلیم دی گئی ہے اور وہ یہ ہے کہ مسلم و غیر مسلم کے اختلاط کے مقام پر حلم کا معاملہ کرنا چاہیے، پہلے مخالفینِ اسلام کو جو مسلمانوں پر تسلط جمائے ہوئے ہوں متفرق کریں، بعد ازاں مسلمان خود بخود پادشاہ عادل و دور اندیش کے ہاتھ میں ہاتھ دیدیں گے۔

(ترجمہ شعر عربی)

"اللہ کی کتنی پوشیدہ پوشیدہ مہربانیاں ہیں جن کی پوشیدگی سے
ایک ذکی و فہیم بھی بے خبر ہے"

جیسا کہ دوائے تلخ ہر چند فائدہ مند ہو لیکن مریض کی طبیعت اس کی طرف رغبت نہیں کرتی۔ طبیبِ حاذق، اس کڑوی دوا کو شہد کے ساتھ ملاتا ہے، اسی طرح پادشاہانِ عادل کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے دشمنوں کی طرف جس جگہ متوجہ ہوتے ہیں اور وہاں پر جو مسلمان متفرق طور پر ہوتے ہیں اور اپنی جان و آبرو کا خوف کرتے ہیں اور اپنی طبیعت سے اس گیرودار کو نہیں چاہتے، وہاں پر فقیروں، غریبوں اور سادات و علماء کو اپنے الطافِ خسروانہ اور انعام پادشاہانہ سے اور طرح طرح کے دلاسوں اور تسلیوں سے محفوظ رکھتے ہیں تاکہ ان کی مہربانی کا شہرہ

دور و نزدیک شہروں تک پہنچ جائے اور سب کے سب ہاتھ اٹھا اٹھا کر پادشاہِ عادل کی فتح و نصرت کی دُعائیں کریں اور خدائے عز و جل سے شب و روز یہی درخواست کریں کہ اے اللہ یہ رحمت کی نشانی پادشاہِ عادل ہمارے شہر میں فروکش ہو۔

سب سے پہلے اہم اُس کے بعد بالترتیب اُس کے نیچے درجہ کے اہم امور انجام دیئے جائیں جس جگہ کسی مسلمان کی شکست کا احتمال ہو وہاں توقف کرنا چاہیئے، جماعتِ منکرین کے گرد اگرد جہاد مقدم رکھنا چاہیئے تاکہ بغیر احتمالِ قتلِ مسلم مدعا حاصل ہو جائے۔ آخر کلام میں خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت پادشاہانِ اسلام کے حق میں اور خلفائے راشدین کی نصیحتیں حفظِ آدابِ بادشاہی کے باب میں لکھی جاتی ہیں۔

ترجمہ وصایا و نصائح

ارشاداتِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

بخاریؒ نے حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت لکھی ہے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا ہر وہ شخص جو خلیفہ بنایا جاتا ہے اُس کے دو دلی دوست (باطنی قوت) ہوتے ہیں ایک اُن میں سے اُس کو خیر و نیکی کی تلقین کرتا اور اُس پر آمادہ کرتا ہے، دوسرا اُس کو شر کا حکم کرتا ہے اور اس کی

رغبت دلاتا ہے اور محفوظ وہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے ۔

وصیّتِ صدیقِ اکبرؓ

امام ابویوسفؒ نے ابن سابط سے روایت کی ہے کہ جب کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی وفات کا وقت قریب آیا، اُنھوں نے حضرت عمر فاروقؓ کو بُلایا پھر اُن سے فرمایا کہ میں تم کو ایک وصیت کرتا ہوں اگر تم اُس کو یاد رکھو گے تو موت سے زیادہ کوئی شے تمھیں محبوب نہیں ہوگی اور اگر اُس وصیت کو تم نے بھلا دیا تو موت سے زیادہ کوئی شے تمہارے نزدیک مبغوض و مکروہ نہیں ہوگی اور تم موت کے پنجے سے نکل نہیں سکتے ۔ وہ وصیت یہ ہے ۔

" اللہ تعالیٰ کا تم پر رات میں ایک حق ہے کہ وہ اُس کو دن میں قبول نہیں کرے گا ، اور ایک دن میں حق ہے جس کو رات کو قبول نہیں کرنے کا (یعنی ہر حق کو ادا کرنے کے لئے ایک وقت مقرر ہے) اللہ تعالیٰ نفل اُس وقت تک قبول نہ فرمائے گا جب تک فرض کی ادائگی نہ ہوگی جن لوگوں نے دُنیا میں باطل کی پیروی کی اور باطل کی پیروی کو معمولی چیز تصور کیا اُس کی پاداش میں اُن کی میزان ہلکی ہو جائے گی، اور میزانِ قیامت کا معاملہ یوں ہے کہ وہ ہمیشہ ایسی صورت میں ہلکی پڑتی ہے جبکہ اس میں باطل دھرا ہو ۔ اور جن لوگوں نے دُنیا میں حق کا اتباع کیا ہوگا اور اس کو اہم تصور کیا ہوگا اُن کی میزان قیامت میں بھاری ہوگی"

اور میزان میں جب حق ہوگا اُس کا پلہ بھاری ہی ہوگا۔"

پس اگر تم نے میری اس وصیت کو یاد کر لیا تو کوئی غائب شے موت کے مقابلہ میں محبوب نہیں ہونے کی، اور موت کا آنا یقینی ہے، اور اگر اس وصیت کو ضائع کر دیا یا بھول گئے تو کوئی غائب شے موت سے زیادہ مبغوض نہیں ہوگی۔ اور تم موت کو ہرگز عاجز نہیں کر سکتے (وہ تم پر غالب آ کر رہے گی)

وصیتِ فاروقِ اعظم رضؓ

امام ابو یوسفؒ نے زبیدؒ سے روایت کی ہے کہ جبکہ حضرت عمرؓ نے وصیت کی تو فرمایا کہ میں اپنے بعد آنے والے خلیفہ کو وصیت کرتا ہوں خدا سے ڈرنے کی۔ اور وصیت کرتا ہوں مہاجرینِ اولین کے بارے میں کہ اُن کا حق پہچانا جائے، اور اُن کی کرامت و عظمت ملحوظ رکھی جائے اور وصیت کرتا ہوں انصار کے بارے میں، وہ انصار جنہوں نے دار و ایمان میں ٹھکانہ پکڑا اُن کی خوبیوں کو قبول کرتے ہوئے اُن کی لغزشوں سے درگزر کی جائے، اور اولادِ انصار کے بارے میں بھی وصیت کرتا ہوں اس لئے کہ وہ اسلام کی جڑ اور عدو کے غصہ کا سبب ہیں کہ اُن سے اُن کی رضامندی کے بغیر اُن کا زائد مال وصول نہ کیا جائے، اور اعراب کے بارے میں وصیت کرتا ہوں وہ اعراب جو اصل عرب ہیں، اور اسلام کے لئے مرکزِ طاقت ہیں کہ خلیفہ اُن کے اموال کو لے کر اُن کے فقراء پر تقسیم کر دے اور میں اللہ اور اُس کے رسولؐ کے عہد کی پاسداری کی

بھی وصیت کرتا ہوں کہ ذمیوں کے عہد کو پورا کیا جائے اور اُن کی حفاظت کے لئے مقابلہ کیا جائے اور اُن کو اُن کی طاقت سے زیادہ حکم نہ دیا جائے۔

نصیحتِ حضرت عثمانؓ

امام ابو یوسفؒ نے حضرت عثمانؓ ابن عفان کے آزاد شدہ غلام حضرت ہانی کی روایت نقل کی ہے کہ ہانی نے کہا کہ جب کبھی حضرت عثمانؓ کسی قبر کے پاس کھڑے ہوتے تھے تو زار زار روتے تھے یہاں تک کہ آپ کی داڑھی تر ہو جاتی تھی، اُن سے کہا گیا کہ آپ جنت و دوزخ کا تذکرہ کرتے ہیں اس پر تو روتے نہیں قبر پر کیوں رویا کرتے ہیں، اس کے جواب میں حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ قبر آخرت کی پہلی منزل ہے پس جو اس منزل سے نجات پا گیا سمجھ لو کہ اس کے بعد معاملہ آسان ہے، اور اگر یہاں سے نجات نہیں ملی تو اس کے بعد کی منزل اس سے زائد سخت ہے۔

وصیت حضرت علیؓ

امام ابو یوسفؒ نے عطاء ابن ابی رباح سے روایت نقل کی ہے کہ عطاء نے کہا، حضرت علیؓ جب کبھی کوئی لشکر روانہ کرتے تو اس لشکر کا ایک شخص کو امیر بناتے پھر اس سے یہ وصیت کرتے تھے کہ میں تجھے اس خدا سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں جس کی ملاقات یقینی ہے، اور اس کے علاوہ تیرا کوئی ٹھکانا نہیں ہے، وہ دنیا اور آخرت کا مالک ہے۔ میں تجھ کو جس کام کے لئے روانہ کر رہا ہوں تیرے اوپر اس کی

انجام دہی ضروری ہے اور نیز ایسے امور کی پابندی لازم ہے جو باعثِ قربِ خداوندی ہوں — اس لئے کہ خدا کے یہاں دُنیا کے ہر کام کا بدلہ ہے یہ کچھ چیزیں بطریقِ استعجال تحریر ہُوئی ہیں اگر اُن کلمات کی جانب آنجناب کی توجہ محسوس ہُوئی تو بعض مطالب تفصیلاً پہنچیں گے۔

وَالحمدُ لِلّٰہ اوّلاً وَّ آخراً و ظاھراً و باطناً

مکتوبِ سوئم

بجانب نجیب الدولہ

خدائے عزوجل امیر المجاہدین کو نصرتِ ظاہر اور تائیدِ واضح کے ساتھ مشرف کرے اور اس عمل کو قبولیت کے درجہ میں پہنچا کر بڑی بڑی برکتیں اور رحمتیں اس پر مرتب کرے۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام محبت مشام کے واضح ہو کہ نصرتِ مسلمین کے لئے یہاں دعا کی جا رہی ہے اور سروشِ غیبی سے آثارِ قبول محسوس ہوتے ہیں۔ امید یہ کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہاتھ پر طریقہ "جدوجہد" کو زندہ کر کے اس کے برکات اس دنیا میں اور آخرت میں عطا فرمائے گا۔ اِنّہٗ قریبٌ مجیب

مکتوب چہارم

بجانب نجیب الدولہ

خدائے عزوجل اُس امیر الغزاۃ، رئیس المجاہدین کو فتوحاتِ تازہ اور بزرگی بے اندازہ سے معزز و ممتاز فرما کر مسلمانوں پر برکتوں اور رحمتوں کے دروازے کھول دے ــــ اپنے کمالِ کرم سے ــــ

اِنّہ قریب مجیب ــــ اکثر خاص اوقات میں دعائے خیر کا وظیفہ ادا کیا جاتا ہے، اور بعض اوقات غلبہ اسلام کی خوشخبری ہوش کے کان میں پہنچتی ہے اگرچہ یہ حقیقت لب انتظار اور پس از کوشش حاصل ہوگی، لیکن مایوس نہ ہونا چاہئے۔ ہر کام کے لئے ایک وقت مقرر ہے۔ والسلام

مکتوبِ پنجم

بطرف نجیب الدولہ

خدائے عزوجل آن امیر الغزاۃ، رئیس المجاہدین کو محفوظ اور منظرِ عنایت ملحوظ رکھے۔ بعد سلام کے واضح ہو کہ خطِ مبارک پہنچا، ذاتِ گرامی کی صحت و سلامتی معلوم کرکے شکرِ الٰہی بجا لایا گیا۔ "پردۂ غیب" میں مرہٹہ اور جاٹ کا استیصال مقرر ہو گیا ہے، بس وقت پر موقوف ہے جونہی کہ اللہ کے بندے کمرِ ہمت باندھیں گے، طلسمِ باطل ٹوٹ جائے گا۔

ایک بات اور کہنی ہے وہ یہ کہ جب افواجِ شاہیہ کا گذر دہلی میں واقع ہو تو اس وقت اہتمامِ کلی کرنا چاہیئے کہ دہلی سابق کی طرح ظلم سے پامال نہ ہو جائے، دہلی والے کئی مرتبہ اپنے مالوں کی لوٹ اور اپنی عزت کی توہین اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہیں، اسی وجہ سے کارہائے مطلب کے حصول میں تاخیر ہو رہی ہے —— آخر مظلوموں کی آہ بھی تو اثر رکھتی ہے —— اگر اس بار آپ چاہتے ہیں کہ کارِ بستہ جاری ہو جائے تو پوری پوری تاکید کرنی چاہیئے کہ کوئی فوجی دہلی کے مسلمانوں اور غیر مسلموں سے جو ذمی کی حیثیت رکھتے ہیں ہرگز تعارض نہ کرے۔ والسلام

مکتوبِ ششم

بطرف

نجیب الدولہ

خدائے تعالیٰ آں منبع الحسنات، امیر المجاہدین، رئیس الغزاۃ کو فتوحِ تازہ اور برکاتِ بے اندازہ سے مشرف وممتاز کرے۔

فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے التماس یہ ہے کہ اکثر اوقات مجیب الدعوات کی درگاہ میں دعا کی جاتی ہے کہ وہ مخالفینِ اسلام کے فرقوں کو "شکست خوردہ" کر دے فضلِ باری سے امید یہ ہے کہ یہ بات عنقریب وجود میں آئے گی۔ ہندوستان میں تین فرقے شدت وصلابت کی صفت سے موصوف ہیں۔ جب تک ان تینوں کا استیصال نہ ہوگا، نہ کوئی بادشاہ مطمئن ہو کر بیٹھے گا، نہ امراء چین سے بیٹھیں گے۔ اور نہ رعیت خاطر جمعی سے زندگی بسر کر سکے گی۔

دینی ودنیاوی مصلحت اسی میں ہے کہ مرہٹوں سے جنگ جیتنے کے بعد وزراء قلعہ جات جبٹ کی جانب متوجہ ہو جائیں اور اس مہم کو بھی برکاتِ غیبیہ کی مدد

سے آسانی کے ساتھ سر کرلیں ۔ اس کے بعد نوبت سکھ ہے ، اس جماعت کو بھی شکست دینی چاہیئے اور رحمتِ الٰہی کا منتظر رہنا چاہیئے ۔

ایک اہم بات یہ ہے کہ مسلمانانِ ہندوستان نے خواہ وہ دہلی کے ہوں خواہ اس کے علاوہ کسی اور جگہ کے ۔۔۔ کئی صدمات دیکھے ہیں ، اور چند بار لوٹ مار کا شکار ہوئے ہیں ۔ ”چاقو ہڈی تک پہنچ گیا ہے“ رحم کا مقام ہے ، خدا کا اور اس کے رسول کا واسطہ دیتا ہوں کہ کسی مسلمان کے مال کے درپے نہ ہوں ، مگر یہ بات کا خیال رکھا تو امید یہ ہے کہ فتوحات کے دروازے پے در پے کھلتے چلے جائیں گے ، اگر اس امر سے تغافل برتا گیا تو میں ڈرتا ہوں کہ ”آہ مظلوماں“ سدِ راہِ مقصود نہ بن جائے ۔

مکتوبِ ہفتم

بطرف

نجیب الدولہ بہادر

خدائے عز و جل آں راس المجاہدین، رئیس الغزاۃ امیر الامراء بہادر کو فتوحاتِ تازہ اور ترقیاتِ بے اندازہ سے مشرف و ممتاز کرے۔

فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام محبت التزام کے واضح ہو کہ فقیر زادہ نے آنجناب کا ایک زبانی پیغام نواحی دہلی پر جاٹوں کے غلبہ اور اُن کی سرکشی کی بابت مجھ کو سنایا اور اس بارے میں مفصل جواب کی درخواست کی۔ بنابریں یہ کلمات لکھے جاتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ فقیر نے عالمِ رویا میں قوم جاٹ کا استیصال اُسی قسم کا دیکھا ہے جس طرح قوم مرہٹہ کا استیصال ہوا ہے، اور یہ بھی خواب میں دیکھا ہے کہ مسلمان جاٹوں کے دیہات اور قلعہ جات کو

مسلط ہو گئے ہیں اور وہ دیہات و قلعے مسلمانوں کی جائے بود و باش بن گئے ہیں۔ غالب گمان یہ ہے کہ رو ہیلے جاٹوں کے قلعوں میں اقامت گزیں ہونگے یہ چیز غیب الغیب میں مصمم و مقرر ہے۔ فقیر کو اس بارہ میں ذرہ برابر شک و شبہ نہیں ہے۔ لیکن ابھی تک عالم ملکوت میں صورتِ فتح ظاہر نہیں ہوئی ہے۔ جن خدا کے خاص بندوں کو اس کام پر قایم کیا گیا ہے اُن کی توجہ اور دعا کی ضرورت ہے

جب یہ بات واضح ہو گئی تو اب فقیر کا مشورہ یہ ہے کہ جنابِ عالی اعلاءِ کلمۃ اللہ اور تقویتِ ملتِ محمدیہؐ کی نیت مضبوط طریقہ پر کر لیں، اور مخالفین سے مقابلہ شروع کر دیں۔ جس دن گھر سے بقصدِ جنگ کوچ کریں فقیر کو اطلاع دیں تاکہ فقیر اس طور پر جس طور پر خداوند کریم نے اس کو تعلیم دی ہے متوجہ ہو۔

امید فضلِ خداوندی سے یہ ہے کہ فتح عجیب رونما ہو گی اور افواجِ مخالفین درہم و برہم ہو جائیں گی۔ یہ بات ملحوظ رہے کہ جنگِ اعداء اُتار چڑھاؤ رکھتی ہے کہیں ذرا سی خبر سے بددل نہ ہو جانا۔ پیدائشِ حضرت آدمؑ سے لے کر تا ایں دم کونسی ایسی فتح ہوئی ہے جو نشیب و فراز نہیں رکھتی تھی۔ اس بارے میں مبالغہ کرنا فقیر کی عادت میں داخل نہیں ہے۔ لیکن ایک نکتہ اور خیال میں رہے وہ یہ کہ بعض مردم ملوّن بظاہر

تمہارے اور تمہاری حکومت کے ملازم ہیں اور باطن میں اُن کا میلان مخالفین کی جانب ہے وہ نہیں چاہتے کہ مخالفین کی جڑ کٹ جائے، وہ ملازمین ہزار جتن اس معاملہ میں کھڑے کریں گے اور ہر طریقہ سے آں عزیز القدر کی نظر میں عیلح کو آراستہ و پیراستہ کر کے دکھلائیں گے۔

دل میں یہ ٹھان لینا کہ اس جماعت کی بات نہ سنوں گا اور اُن کی باتوں کی طرف میلانِ طبع ہو گیا تو نصرت میں تاخیر ہو گی۔ فقیر اس چیز کو اس طرح جانتا ہے گویا اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کر رہا ہے۔ والسّلام

مکتوبِ ہشتم

بجانب
نجیب الدولہ بہادر

اللہ تعالیٰ راس المجاہدین، رئیس الغزاۃ، امیر الامراء بہادر کو فتوحاتِ تازہ اور ترقیاتِ بے اندازہ کے ساتھ مشرف کرے۔

فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے بعد سلام محبت التزام کے واضح ہو کہ آپ کا مکتوبِ گرامی جنگ کی استعداد کے بارے میں اور اس بات کے استفسار کے سلسلہ میں پہنچا کہ مسلمانوں کی ایک جماعت جاٹوں کے ساتھ مل گئی ہے اُن کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہئے۔

میرے عزیز! جاٹوں پر فتح غیب الغیب میں مقرر ہو چکی ہے، اس بارے میں کوئی اندیشہ دل میں نہیں لانا چاہئے۔ انشاء اللہ تعالیٰ امرہٹوں کی طرح سے جونہی کہ مقابلہ ہوگا یہ طلسم ٹوٹ جائے گا۔ اگر مسلمانوں کی ایک جماعت

جاٹوں کے سامنے ہے تو اس کا کوئی خیال نہ کریں۔ مجھے امید ہے کہ بجز اس کے کہ ظاہر میں دشمنوں کی کثرت نظر آئے اور کوئی تشویش پیش نہ آئے گی، اللہ تعالیٰ اُن مسلمانوں کے ہاتھوں کو جو غیروں کے ساتھ ہیں، روک دے گا وہ جنگ نہ کر سکیں گے۔ انشاء اللہ تعالیٰ بس یوں سمجھ لو کہ جس طرح شیر بکریوں کے گلے میں آجاتے ہیں اور بکریاں بھاگ جاتی ہیں، اسی طرح مخالفین کو بھاگتے بنے گی۔ دشمنوں کی کثرت سے اور دشمنوں کے ساتھ مسلمانوں کی رفاقت سے ڈرنا نہ چاہئے اللہ تعالیٰ کا ارادہ سب پر غالب ہے، اگر مخالفین مکر و حیلہ کے ساتھ صلح کی گفتگو کریں تو ان کی باتوں پر کان نہ دھرنا، اگر بعض ایسے مسلمان جن کی اعلاءِ دینِ محمدیؐ کے سلسلہ میں نیت کمزور ہے، بلے چوڑے خطرے سامنے لاکر پیش کریں تو ان کی بھی نہ سننا چاہئے۔

اس کام میں بس آپ کی توجہ استعدادِ حرب کے بہم پہنچانے اور شدت کی طرف منعطف ہونی چاہئے۔ میاں فقیر گل نے مسلمانوں کی بعض باتیں اور غلط اندیشے مفصل بیان کئے۔ تاکید مزید کے ساتھ لکھا جاتا ہے کہ جس وقت جنگ جاٹ کے لئے نکلیں فقیر کو اطلاع دیں، انشاء اللہ تعالیٰ روانگی کے وقت سے لیکر فتح کے وقت تک دعا کے ذکر میں مشغول رہوں گا۔

والسلام

مکتوب نہم

بطرف نجیب الدولہ

اللہ تعالیٰ آں راس المجاہدین، رئیس الغزاۃ، امیر الامراء، کو مسندِ عزت پر برقرار رکھ کر طرح طرح کی بھلائیاں ظہور میں لائے۔

فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام محبت التزام کے واضح ہو کہ —— جو کچھ معلوم ہوتا ہے یہ ہے کہ اس دور میں تائیدِ ملت اسلامیہ و امتِ مرحومہ آپ (جو کہ مصدرِ خیر ہیں) کے پردے میں ظہور کر رہی ہے۔ کسی طرح کا وسوسہ قلبِ گرامی میں نہ آنے پائے۔ تمام کام انشاء اللہ تعالیٰ دوستوں کی مراد کے مطابق ہوں گے۔ اور تمام دشمن غلبۂ قہر الٰہی سے پامال ہو جائیں گے۔

دوسری بات یہ ہے کہ حافظ جواہر خاں بہت نیک خصلت آدمی ہیں۔ .... پہلے بھی اس مضمون کی طرف اشارا کیا گیا تھا۔ والسلام

مکتوبِ دہم

بنام

بندۂ مولف یعنی شیخ محمدؒ عاشق پھلتیؒ

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام محبت التیام مطالعہ کریں۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے خیر و عافیت دے رکھی ہے۔ دیگر آنکہ کل میں بعد از نمازِ جمعہ اپنے مقررہ وقت سے پہلے مجلس سے اٹھ گیا تھا اور آں عزیز کو جلد رخصت کر دیا تھا، اس کی وجہ یہ تھی کہ کہیں ہجومِ خلق پریشان نہ کر دے بادشاہ[۳۴] اور اس کی والدہ[۳۵] آئے تھے۔ پہلے مسجد میں زنانے کا انتظام کیا گیا۔ اس صورت سے بادشاہ کے آنے کی غرض یہ تھی کہ بے تکلف ہو کر کچھ دیر ٹھہرے، تقریباً تین چار گھنٹے وہ بیٹھا کھانا بھی کھایا، اس کی زیادہ تر باتیں مخلوق خدا کی بھلائی کے کاموں میں مدد چاہنے سے متعلق تھیں۔ وہ اس بات پر افسوس کرتا تھا کہ اس نے اعتکاف کے زمانے میں جن باتوں کو اپنے اوپر لازم کر لیا تھا وہ آشکارا ہو گئیں اور یہ بھی دریافت

کرتا تھا کہ آیا مجھ سے کونسی ایسی لغزش ہوگئی جس کی وجہ سے صفائی قلب جاتی رہی، اُس نے یہ بھی کہا کہ اس سے پہلے میں خواب میں مشاہدۂ جمالِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہوتا تھا، اب زیارت، میسر نہیں ہوتی، درمیانِ گفتگو میں اپنی تین خوابیں ذکر کیں۔

پہلی خواب

اُس نے کہا جس وقت رفیع الدولہ[۳۶] کو تختِ شاہی پر بٹھایا گیا تھا اُس وقت میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ رفیع الدولہ کے بعد کون بادشاہ ہوگا؟ فرمایا کہ روشن اختر[۳۷] (محمد شاہ) میں نے عرض کیا روشن اختر کے بعد کون ہوگا؟ فرمایا ایک اور ہے جس[۳۸] کا ہونا نہ ہونے کے برابر ہے۔ میں نے عرض کیا اس کے بعد کون ہوگا؟ فرمایا "تو"[۳۹]۔ پھر میں نے یہ دریافت نہیں کیا کہ میری حکومت کب تک چلے گی۔

دوسری خواب

جس وقت نادر شاہ کی طرف سے قتلِ عام واقع ہوا[۴۰] میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ گویا ایک حصار کھینچ رہے ہیں اور اشارہ فرما رہے ہیں میں نے عرض کیا حضور یہ کیا ہے؟ فرمایا کہ ایک زبردست آگ لگی ہے، میں نے حصار کر دیا ہے تاکہ قلعہ محفوظ رہے۔

تیسری خواب

میں نے خواب میں دیکھا، کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک کلغی دستِ مبارک سے تیار فرما رہے ہیں اور ارشاد ہوتا ہے کہ تیرے واسطے بنا رہا ہوں۔

بادشاہ سے فقیر نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بعیت ہونے کا طریقہ بیان کیا اور بادشاہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صورت مبارک کے تصور کے لئے کہا، اُس نے کہا کہ رفیع الدولہ اور روشن اختر والی خواب میں جو صورتِ مبارک دیکھی تھی وہ میرے ذہن میں حاضر ہے، فقیر نے کہا کہ اسی کو اپنے دل کے سامنے رکھیے۔ اس گفتگو کے بعد مسجد میں فقیر کے ساتھ نماز پڑھ کر رخصت ہوا۔ والسلام

مکتوب یازدہم

بنام

بندہ مؤلف العنی شیخ محمد عاشق

حقائق ومعارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلاف کرام
شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ سے بعد از سلام
مطالعہ کریں۔

الحمد للہ کہ اس حادثۂ عامہ میں عافیت نصیب ہوئی اس محلہ کو معلوم
نہیں ہوا کہ مخالف کی فوج آئی تھی یا نہیں، نہ تو لوٹ ڈالنے والوں کی لوٹ
سے کوئی اذیت پہنچی اور نہ اس تاوان وجبانہ (تعزیری ٹیکس) سے جو
حویلیوں پر ڈالا گیا تھا کوئی زیر بار ہوا۔

سابق میں عالمگیر سے جو کچھ کہہ دیا گیا تھا کہ اس فتنہ میں تم کو سلامتی
حاصل رہے گی وہ بھی ظہور میں آیا۔ اکثر کی جائدادوں کی سندیں،
(دستاویزیں) ضبط ہو گئیں مگر میری سند کو دستخط کر کے مجھ کو واپس کر دی

گئی ہے۔ اس وقت احمد شاہ دُرّانی جنگِ جاٹ کی طرف متوجہ ہے جو کچھ وقوع میں آئے گا بعد کو لکھا جائے گا۔ اہلِ شہر اپنے قتل ہونے سے تو محفوظ رہے، لیکن دولت کا مادۂ فاسدہ" جن لوگوں کے مزاجوں میں پیدا ہو گیا تھا اس کا تنقیہ پورے طریقے پر ہو گیا۔ چنانچہ عبرت کی چیز ہے کہ جو لوگ جاہ و حشمت میں جس قدر زیادہ تھے، قید و ضرب اور سزا بھگتنے میں بھی وہی آگے آگے رہے۔ مگر جس کو اللہ تعالیٰ نے محفوظ رکھنا چاہا وہ محفوظ رہا۔

والسلام

مکتوب دوازدہم

بنام

مؤلف (یعنی شیخ محمد عاشق پھلتی)

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشینِ اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد محبت کے مطالعہ کریں، اللہ کا شکر ہے کہ اس نے خیر و عافیت عطا فرما رکھی ہے آج ایک افواہ سنی گئی ہے جس نے یک گونہ تشویشِ خاطر پیدا کر دی وہ یہ کہ درانی کی فوجیں بارہہ کی جانب روانہ ہو رہی ہیں اور یہ بات تشویش کا باعث ہے بھی۔

میرا ظنِ غالب یہ ہے کہ پھلت اور بوڈھانہ کی طرف جانے سے ان فوجوں کو کوئی تعلق نہیں ہے، حاصلِ کلام فضلِ الٰہی سے امیدِ قوی ہے کہ خدا تم کو اور ہم کو تمام آفات سے محفوظ رکھے گا اور یہی اطمینان دل میں موجزن ہے اگرچہ بحسبِ ظاہر کچھ نہ کچھ تشویش بھی ہوتی ہے اور تدبیرِ اصلاح کی جاتی ہے۔

والسلام

مکتوبِ سیزدہم

بنام

مولف العینی شیخ محمد عاشق ہے

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشینِ اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام کے مطالعہ کریں۔

خیر و عافیت پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں اور تمھیں ہمیشہ عافیت سے رکھے، آپ کا مکتوبِ گرامی پہنچا اور آپ کا موضع پھلت میں سلامتی کے ساتھ آنا معلوم ہوا۔ اللہ کا شکر ہے کہ خیریت سے وہاں پہنچے۔

دستور کے موافق اسسال بھی اعتکاف میں داخل ہوا اس توفیق کے ملنے پر اور مزید احسانات کے دروازے کھلنے پر اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔

جو باتیں واردات و احوال کے قبیل سے ہیں ان کا لکھنا چنداں

لطف نہ دے گا باقی جو "معارف" کے قبیل سے باتیں ہیں وہ ان شاء اللہ تعالیٰ بعد فراغتِ اعتکاف بشرطِ سہولت لکھی جائیں گی۔

جو کچھ فقیر کو معلوم ہو رہا ہے یہ ہے کہ احمد شاہ ابدالی مخالفین کی سرکوبی کے لئے پھر آئے گا۔ اور بعد تمام ہونے امرِ "وعدہ شدہ" کے شاید اسی سرزمین میں اپنی ودیعتِ حیات کو سپرد کرے گا، گناہوں کی کثرت اور لعنتی کاموں کے ہجوم کے باوجود اب تک جو کام کی نوعیت برقرار ہے غالباً اسی وجہ سے ہے کہ اللہ تعالیٰ کو طائفۂ مخالفین کو تہس نہس کرنا ہے۔

والسلام

مکتوب چہاردہم

بنام

بندۂ مؤلّف الشیخ محمد عاشق رح

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجّادہ نشینِ اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ، فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد سلام کے مطالعہ کریں۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر شکر ادا کرتا ہوں اور اُس سے دُنیا اور آخرت میں عافیت اور عفو مانگتا ہوں۔

گرامی نامہ مشکیں شمامہ پہنچا حقیقت مرقومہ واضح ہوئی ۔ کچھ ایسا نظر آتا ہے کہ "طوائف الملوکی" ہوگی، فوجیں حرکت میں آئیں گی اور شہر تہ وبالا ہو گئے اللہ سے یہ دُعا ہے کہ اس "حادثہ" میں مخالفینِ اسلام پر ہی مصیبت پڑے اور "مٹھی بھر" مسلمان جوانِ بلادمیں عزمائم کی حیثیت سے پڑے ہوئے ہیں محفوظ و مامون رہیں۔ اللہ تعالیٰ قریب ہے اور دُعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔

جو کچھ قضاء و قدر میں ہے چار و ناچار ضرور ظہور میں آئے گا۔ اس جماعت کو خوشخبری ہو جو تسلیم و رضا کو اپنا شعار بنائے ہوئے ہے، اپنے مقال سے بھی اور اپنے حال سے بھی، ایسی جماعت کو خوشخبری ہو کہ جب کبھی "ہوائے فتن" چلے گی اس کی حافظ و ناصر ہوگی۔

"البتہ میرے کام کا بنانے والا اللہ ہے جس نے قرآن اتارا اور وہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے"۔ والسّلام

مکتوبِ پانزدہم

بنام

بندۂ مولّف الیعنی شیخ محمد عاشق ؒ

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشینِ اسلاف کرام، فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی طرف سے بعد سلام مطالعہ کریں، خیر و عافیت پر شکرِ خداوندی ادا کرتا ہوں۔

سید فتح اللہ خاں کا خط پہنچا اُن کو یا حفیظ ابجد کے حساب سے ۹۹۸ مرتبہ پڑھنے کے لئے لکھا گیا۔ اور ختم سورۂ فیل ایک ہزار ایک بار اس طور پر کرنے کو لکھا گیا کہ اس کے اوّل و آخر چند بار یہ الفاظ درود پڑھا جائے اَللّٰھُمَّ صلِّ علیٰ سیّد القاھرین علیٰ اعداء الرب العالمین۔ یعنی اے اللہ رحمت بھیج اُس ذاتِ اقدس پر جو سردار ہے اللہ کے دشمنوں پر قہر کرنے والوں کی۔

چند تعویذ "سلاح" کا بھی بھیجے گئے اور اُن کے خط میں یہ فقرہ بھی

تحریر ہوا ہے ـــــ فقیر کے دل میں یہ بات آتی ہے کہ اگر یہ مسلمان : ریلے
پار ہو کر ایک بار جماعتِ مرہٹہ پر حملہ کر دیں تو اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک
عجیب نشانی مشاہدہ میں آئے گی ، جملہ مخالفین طلسم کی طرح منتشر ہو جائیں گے

والسلام

مکتوبِ شانزدہم

بنام
شیخ محمد عاشق پھلتی رح

حقائق و معارف آگاہ عزیز القدر سجادہ نشین اسلافِ کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالی۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد از سلام مطالعہ کریں ۔۔۔ نامۂ مشکیں شمامہ پہنچا، وہ دہشت جو اس طرف مخالفینِ اسلام کی فوج کے قریب آجانے کی وجہ سے پھیل گئی ہے، اس کا علم ہوا، رب العزت کی بارگاہ سے التجا ہے کہ قریۃ الصالحین کو جملہ آفات سے محفوظ رکھے۔

مکتوب ہفتدہم

بنام

مولف الیعنی شیخ محمد عاشق پھلتی رح

...... لکھا تھا کہ کیا اچھا ہو اگر اعتکافِ رمضان پھلت آکر کروں — فقیر یہ بات دل سے چاہتا ہے لیکن شہر دہلی کے موجودہ ناسازگار حالات کے پیشِ نظر کہ یہاں روز نت نیا فتنہ کھڑا ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں قسم قسم کا خوف لاحق ہوتا رہتا ہے — مناسب نہیں ہے کہ اپنا گھر بار اور اپنے متعلقین کو یوں ہی چھوڑ دیا جائے۔

وہی عربی کا مشہور مصرعہ مناسبِ حال ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ (کبھی) ہوائیں کشتیوں کی خواہش کے برخلاف چلتی ہیں۔

مکتوب ہشتدہم

بنام

مولف الشیخ محمد عاشق رحمہ

حقائق و معارف آگاہ، عزیز القدر سجادہ نشین اسلاف کرام شیخ محمد عاشق سلمہ اللہ تعالیٰ۔ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب بعد از سلام مطالعہ کریں۔ ....

اصل قضیہ یہ ہے کہ وقوع فتنہ یقینی ہے جب افواج ابدالی کی آمد آمد کشمیر کی طرف سُنی گئی تو وہ پوشیدہ خطرہ ظاہر ہو گیا، اور اس بارے میں مشورہ کیا گیا بعد مشاورت یہ طے پایا کہ جب نوبت لاہور تک پہنچے اُس وقت خاندان کو پھلت کی طرف روانہ کر دیں، اس لئے کہ قبل پیدا ہونے فتنہ کے خواہ مخواہ کہیں کو چل پڑنا کم عقلی ہے اور ہجوم فتنہ کے بعد توقف کرنا گھمنڈ کی بات ہے، ابھی تک یہی بات دل میں ٹھان لی ہے جس کو اوپر ذکر کیا گیا ہے، معلوم نہیں یہ بات جلد پیش آنے والی ہے، یا کچھ مُدت کے بعد۔ ..... والسّلام

مکتوب نوزدہم

بجانب مولانا سید احمد

(جو رو ہیلکھنڈ کے ساکن ہیں)

.... فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد از سلام

مسنون مطالعہ کریں ۔

جو احباب وہاں سے یہاں آئے "آں سیادت مآب" کی تعریف اور شکریے سے تر زبان تھے وہ بیان کرتے تھے کہ آپ نے بادشاہِ اسلام کی حمایت و رفاقت کے واسطے نیز مسلمانوں کی لوٹ مار اور قتل ہونے سے محفوظ رکھنے کے لئے روہیلوں کے لشکروں کی اس عمدہ طریقہ پر تنظیم کی ہے کہ اُس سے اچھی تنظیم خیال میں بھی نہیں آسکتی، ان باتوں کے سننے سے فقیر بہت ہی مسرور و خوشدل ہوا اور آپ کے لئے دُنیا و آخرت میں بلندیٔ مرتبہ کی دعا بے ساختہ لبان سے نکلی ۔

مکتوب بستم

بجانب

وزیر الممالک آصف جاہ

الحمد للہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ

بعد حمد و صلوٰۃ کے واضح ہو کہ اس فقیر کے دل پر یہ امر واضح ہو گیا ہے کہ عالم ملکوت میں یہ بات مقرر شدہ ہے کہ مخالفین اسلام ذلیل و خوار ہوں گے بعد ازاں باغی لوگ رسوا اور خانہ خراب ہوں گے، اگر جناب عالی ان بدمعاشوں کے مقابلہ میں کمر ہمت باندھ کر آجائیں تو یہ تمام کارنامے جناب کی طرف منسوب ہونگے اور دنیا آپ کی تابعدار ہو جائے گی، اور ملت مرحومہ کے رواج اور مسلم حکومت کی استقامت کا باعث جناب عالی کو قرار دیا جائے گا۔

کوشش تھوڑی اور فوائد عظیم الشان مرتب ہوں گے، اگر آنجناب کوشش نہ فرمائیں گے تو یہ تمام مخالف عنصر آسمانی حادثات سے ہلاک و مضمحل ہو جائے گا۔ اس صورت میں جناب عالی کی طرف کوئی نیک نامی کی بات منسوب نہ ہو سکے گی۔

(ترجمہ شعر فارسی) اے محبوب اصل میں تو تیری زلف کا کام مشک افشانی کرنا ہے، لیکن مصلحت کی بنا پر "آہوئے چین" کی طرف مشک کو منسوب کر دیا گیا ہے"

چونکہ یہ حقیقت بالکل یقینی ہے اس لئے آں عزیز القدر سے بے اختیار کہی گئی اور لکھی گئی، وقت کو غنیمت جانیئے اور مخالفین کے مقابلہ میں جد وجہد کرنے میں ذرہ برابر کوتاہی جائز نہ رکھئے۔ کچھ عرصہ کے بعد کام خود بخود واضح ہو جائیگا

(ترجمہ شعر عربی) ؎

جس وقت گرد وغبار ہٹے گا تو عنقریب دیکھ لے گا کہ تیری سواری میں گھوڑا تھا، یا گدھا یعنی عنقریب حقیقتِ حال کھل جائے گی۔

چونکہ ایک امر حقیقت کا اظہار مطلوب تھا، اور درستی و خیر خواہی مقصود تھی، اس لئے کسی قدر مبالغہ سے بھی احتراز نہیں کیا گیا، اس سے زیادہ کھول کر بات کہنا مشکل ہے۔

گوئے توفیق وکرامت درمیاں افگندہ اند

کس بمیداں درنمی آید سواراں راچہ شد ؎

یعنی توفیق وکرامت کی گیند درمیان میں ڈال دی گئی ہے سوار دلا ویز میں سے کوئی بھی میدان میں نہیں آتا آخر نہیں کیا ہو گیا ہے؟ وہ بات جو کہ اپنے رازداروں سے درپردہ کہا کرتا ہوں اس مقام پر بے پردہ لکھی گئی ہے تاکہ

عذر کا موقع باقی نہ رہے۔ والسلام والاکرام

مکتوبِ بست و یکم

بنام
وزیر الممالک آصف جاہ

...... بعد حمد و صلوٰۃ فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے واضح ہو کہ ـــ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے شجرِ اقبال کے نئے میوے کو مبارک و مسعود کرے اور اس درختِ سعادت (آپ) کی پرورش میں بے اندازہ پرورشیں عطا فرماتے، آمین۔ بقیۃ الکلام یہ ہے کہ حکیمِ مطلق جل شانہٗ نے آدمی کو دو چیزوں سے مرکب فرمایا ہے، ایک بدن عنصری جو کہ حسی خواہشوں کا متقاضی ہے، دوسرے رُوح جو کہ عقائدِ حقہ اور اعمالِ نافعہ کی خواہشمند ہے۔ یقینی طور پر آدمی کی سعادت بھی جسم و روح دونوں سے متعلق ہے، فطرتِ سلیمہ رکھنے والے حضرات دونوں قسم کی سعادتیں جمع کرتے ہیں، فقط ایک قسم پر اکتفا نہیں کرتے۔ جس طرح غذائے رُوح ضروری ہے اسی طرح غذائے جسم بھی ضروری ہے، کیونکہ ان دونوں میں سے کسی ایک کے نہ ہونے سے مزاج روح درہم برہم ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں سے مظالم کا دفعیہ کرنا اور دین کی اشاعت کرنا، نیز رسومِ نیک جاری کرنا سراپا سعادت در سعادت ہے۔

والسّلام

مکتوب بست و دوم

بجانب
وزیر الممالک آصف جاہ

خدائے تعالیٰ بے نہایت ترقیات عطا فرمائے اور دونوں جہاں کی نعمتوں سے خوش اور دونوں جہاں کی مصیبتوں سے محفوظ رکھے ـــ بعد اس دُعا کے واضح ہو کہ بابا فضل اللہ نے ہم سے بعض باتوں کا استفسار کیا فقیر کے دل میں یہ آیا کہ اُن باتوں کا جواب بزبانِ قلم واضح کیا جائے۔

یہ تمام تلخیاں جو ظاہر ہو رہی ہیں فقیر کے اعتقاد میں اس کا سبب وہ کوتاہی عمل ہے جو جنگ مرہٹہ کے سلسلہ میں اختیاری یا اضطراری طور پر واقع ہوئی جن دنوں فقیر نے آگاہ کیا تھا اُس وقت کام ہوتا تو عجیب عجیب رحمتیں پیش گاہ خداوندی سے (وقت کی سازگاری کی وجہ سے) بارش کی طرح برس جاتیں، اگرچہ محسوس ایسا ہوتا ہے کہ تقدیر یہ حوادث کو شامل ہے لیکن کارخانہ حکمتِ الٰہی میں ہر کام کسی نہ کسی خیر سے وابستہ ہے۔

خیر جو بات گذر گئی وہ گذر گئی ــــــ

فتنۂ قطب خاں افغان کے متعلق اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ اُمید ہے کہ عنقریب ختم ہو جائے گا۔ ظاہر ایسا ہوتا ہے کہ یہ شخص سرسبز نہیں ہوگا اور اپنے باطل مدعا کو حاصل نہ کر سکے گا، جو کچھ فقیر کو معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آں عزیز القدر منصور و مظفر اور محفوظ و محلوظ ہیں۔

بادشاہ کا باہر جانا مناسب نہیں، اُن کا یہیں رہنا بہتر ہے، البتہ شاہزادوں میں سے آپ جس کو چاہیں آپ اپنے ہمراہ لے لیں، بقیہ کلام یہ ہے کہ آں عزیز القدر کو خدائے عزوجل نے ہندوستان میں پورا تسلط بخشا ہے، ہم لوگ بڑی بڑی اُمیدیں قائم کئے بیٹھے ہیں کہ آپ کے ذریعہ رفع مظالم، تغیر رسوم بد، ترویج دینِ حق، اقامتِ امرِ خیر، اشاعتِ علم و نماز و روزہ یہ سب کچھ عمدہ طریقے پر ہوگا اس لئے کہ آپ کے اندر ایک عجیب شان اور سعادت محسوس ہوتی تھی، اور آپ کا مزاج بھی صلاحیت، ذکاوت اور رغبتِ امورِ خیر لئے ہوئے معلوم ہوتا تھا ــــ شاید مقتضیاتِ زمانہ کی وجہ سے ابھی تک مذکورہ بالا امورِ خیر میں سے کسی کا ظہور نہیں ہو سکا۔ خدا کرے کہ اس کے بعد تلافیِ مافات ہو جائے ــ اس قدر البتہ گذارش ہے کہ فی الحال جس قدر طاقت ہو گرانیِ غلہ دور کرنے میں سعیِ بلیغ فرمائیں، اور اطرافِ عالم میں جو لوٹ مچ رہی ہے اس کو حتی الامکان ختم کرنا بھی ضروری ہے۔ والسّلام

مکتوبِ بست و سوم

بطرف

تاج محمد خاں بلوچ

رفعت و عوالی مرتبت عزیز القدر نواب تاج محمد خاں محفوظ و محفوظ

اندر بہ نظرِ عنایتِ خداوندی ملحوظ رہیں، فقیر ولی اللہ عفی عنہ کی جانب سے بعد

سلام محبت التزام کے واضح ہو کہ ——— آپ کا مکتوبِ گرامی جاٹوں

کی سرکشی سے متعلق پہنچا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اُمید یہ ہے کہ وہ مخالف

کو پائمال کر دے گا، خاطر جمع رکھیں ۔ اندریں حالت ضروری ہے کہ:۔

آں عزیز القدر موسیٰ خاں اور دیگر جماعتِ مسلمین کے ساتھ موافقت کریں

اور آپس میں دوستی و یک جہتی کو کام میں لائیں، اور اپنی طاقت کو دشمنوں کے

مقابلہ میں صرف کریں۔ غالب اُمید ہے کہ اجتماعِ مسلمین اور اُن کی حسنِ عزیمت

کی برکت سے تازہ فتح نصیب ہوگی ۔ اللہ تعالیٰ قرآنِ عظیم میں فرماتا ہے اِنْ

تنصروا اللہ ینصرکم۔ یعنی اگر تم اللہ کے دین کی مدد کروگے تو وہ تمہاری

مدد کرے گا۔

اس زمانے میں دشمنانِ دین کے غالب ہونے اور مسلمانوں کے مغلوب ہونے کا سبب سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہے کہ مسلمان اپنے اغراضِ نفسانی کو درمیان میں لاتے ہیں، اور ہنود کو اپنے کاروبار میں دخیل بناتے ہیں، ظاہر ہے کہ ہنود غیرِ مسلموں کا استیصال گوارا نہ کریں گے، دور اندیشی اور تحمل محمود شے ہے لیکن اتنی نہیں کہ غیر مسلم مسلمانوں کے شہروں پر غالب آتے چلے جائیں اور ہر روز ایک شہر پر قبضہ کرتے رہیں، یہ وقت تحمل اور مصلحت اندیشی کا نہیں ہے۔ یہ وقت خدا پر بھروسہ کرنے اور استعدادِ حرب ظاہر کرنے اور غیرتِ مسلمانی کو جوش میں لانے کا ہے اگر آپ ایسا کریں گے تو اغلب ہے کہ "نسیمِ نصرت" چلنی شروع ہو جائے گی۔ فقیر جو کچھ جانتا ہے وہ یہ ہے کہ جنگ جاٹ ایک طلسم ہے کہ اوّل اوّل خوفناک و خطرناک معلوم ہوتی ہے جس وقت اللہ تعالیٰ کی قدرت پر پورا پورا توکل و اعتماد کر کے اس جانب توجہ واقع ہو گی تو ظاہر ہو گا کہ سوائے نمائش کے وہاں کچھ نہ تھا، امید کہ اپنے حالات اور استعدادِ حرب کی کیفیت سے اطلاع دیتے رہا کریں گے۔ یہ چیز دعائے محافظت و نصرت میں ممد و معاون اور سلسلہ جنباں ہو گی۔

والسلام

مکتوبِ بست و چہارم

بطرف

نواب مجد الدولہ بہادر

خدائے عزّ و جل محفوظ و محفوظ اور اپنی چشمِ عنایت میں آپ کو ملحوظ رکھے۔ اس وقت آپ کا والا نامہ پہنچا جس میں رودادِ لشکر اور اُن ضعیف رایوں کی تفصیل تھی جن کو لوگ اپنے دماغوں میں پکا رہے ہیں۔

عزیز القدر من! فقیر اس قدر جانتا ہے کہ عالمِ ملکوت میں مرہٹہ و جٹ کا استیصال مصمم ہے اور وہ بعض اشخاص جن کی توجہ کو اس قسم کے امور کے حل و عقد میں عنایت فرمایا گیا ہے، ان مخالفین کے استیصال کی دُعا کرنے کے لئے برابر مامور ہیں، اگر یہ بات نہ ہوتی تو دن بدن آپ کے دل میں اُن کے استیصال کا جذبہ موجزن نہ ہوتا۔

اگر اس بدبخت کا آنا متحقق ہوا جو کہ سلطنتِ تیموریہ کی تخریب کے درپے ہے تو قولِ خداوندی "اِنَّ کیدی متین" یعنی میری

تدبیر بڑی مضبوط ہے ـــــ کا مصداق بھی یقینی طور پہ ظاہر ہوگا۔ اطمینان رکھیں۔ والسّلام۔

مکتوب بست و پنجم

بطرف

نواب عبداللہ خاں کشمیری

آپ کو خدائے عزوجل محفوظ و محظوظ اور اپنی چشم عنایت میں ملحوظ رکھے۔ گرامی نامہ پہنچا —— آپ نے علاقہ جات میں اقامت کرنے کے لئے دریافت کیا تھا —— عزیز القدر ا —— ایک جماعت کے دل پر بار بار ہر دو گروہ کے استیصال کے لئے دعا کرنے کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے، ہرگز ان کے درمیان سکونت پذیر نہ ہونا چاہیئے۔ اگر اس زمانہ میں حج کا ارادہ کرلیں سب سے بہتر رہے گا —— دنیا میں بھی اور آخرت کے لحاظ سے بھی۔ اگر ممکن ہو سکے تو وہاں سے منتقل ہونا ضروری ہے۔ اگر حج بیت اللہ کریں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ واپسی کے بعد بہت سے فائدے اپنی آنکھوں سے ملاحظہ کریں گے۔ یہ فتنہ کا زمانہ ہے کیوں خواہ مخواہ خوف و خطر میں اپنے آپ کو رکھا جائے۔

والسلام

مکتوب بست و ششم

بجانب

حافظ جار اللہ پنجابی

.... دہلی میں ایک حادثہ عظیم واقع ہوا، قوم جاٹ نے دہلی کے شہر کہنہ کو لوٹا اور حکومت اس فساد و شرارت کو دفع کرنے سے عاجز رہی، انھوں نے مال لوٹے، عزت و ناموس کو برباد کیا، اور مکانات کو آگ لگائی۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ کو مع اہل و عیال و مال و مکانات کے ان کے دستِ ستم سے محفوظ رکھا......... اور یہ لوٹ مار کا حادثہ اوائل رجب ۱۱۶۱ھ میں ہوا، اور آخر شعبان تک باقی رہا۔

حواشی
و
تعلیقات

حواشی

؎۱ حدیث نبوی ہے:-

"انما الدین النصح" ابو الشیخ فی التوبیخ عن ابن عمر۔

ملاحظہ ہو الجامع الصغیر سیوطی (مطبع میمنیہ بمصر سنہ ۱۳۲۱ھ) جلد اول صفحہ ۸۹

؎۲ سر جدوناتھ سرکار کا خیال ہے

"اورنگ زیب کی شمالی ہندوستان سے غیر حاضری کا فائدہ سب سے پہلے جاٹوں نے اٹھایا...... انھوں نے سب سے پہلے سلطنت کی فوجوں کا مقابلہ کیا، اور عسکری طرز پر اپنی تنظیم شروع کر دی، ہر جاٹ کسان کو تلوار چلانی سکھائی جاتی تھی اور اس کو بندوقیں وغیرہ دی جاتی تھیں، جاٹوں نے حملہ کرنے کے لئے جو اڈے اور لوٹ مار کا مال جمع کرنے کے لئے جو مرکز بنائے تھے وہ گڑھیاں کہلاتی تھیں، یہ چھوٹے چھوٹے قلعے ہوتے تھے جو گھسان جنگلوں میں بنائے جاتے تھے مٹی کی دیواروں سے ان کو اتنا مضبوط اور مستحکم کر دیتے تھے کہ توپ خانہ کا مقابلہ کر سکتے تھے" ملاحظہ ہو تاریخ اورنگ زیب، جلد پنجم صفحہ ۲۹۶-۷

۵۳ - خالصہ سے مراد وہ علاقہ ہے جو براہِ راست مرکزی حکومت یعنی بادشاہ کے تحت ہوتا تھا۔ اس کے محاصل بادشاہ اپنے افسران کے ذریعہ وصول کرتا تھا۔ اس کے برخلاف جاگیر کا علاقہ ہوتا تھا جس کے محاصل جاگیردار وصول کرتے تھے اور جس کا براہِ راست مرکزی حکومت سے کوئی تعلق نہ ہوتا تھا۔ ملاحظہ ہو۔

R. P. Tripathi's
Some Aspects of Muslim Adm: p 308

دہلی کے ہر صاحب بصیرت فرمانروا کی یہ کوشش رہی ہے کہ خالصہ کا علاقہ بڑھایا جائے۔ ایسی صورت میں بادشاہ، صوبائی گورنروں اور جاگیرداروں کے رحم و کرم پر نہیں رہتا اور مرکزی دفاتر اور محلاتِ شاہی کے اخراجات کے لئے جس قدر رقومات کی ضرورت ہوتی ہے وہ براہِ راست بادشاہ کو ملتی رہتی ہیں۔ اگر صوبائی حکومتیں یا جاگیردار بادشاہ کے خلاف بغاوت کریں یا محاصل ادا نہ کریں تو بادشاہ پہ فوری اثر نہیں پڑتا۔

ضیاء الدین برنی، مبارک شاہ خلجی کی ایک سیاسی غلطی کا ذکر کرتا ہے۔

"بسے دیہا و زمین ہا کہ در عہد علائی بخالصہ باز آوردہ بودند در عصر او مردماں یافتند" (تاریخ فیروز شاہی ص ۳۸۲-۳)

بابر جب ہندوستان آیا تو اس نے اپنے افسران کو جاگیریں ضرور دیں، لیکن خالصہ کا جزو بھی باقی رکھا، مثلاً بہار کی جاگیر محمد زماں کو دی، لیکن ایک کروڑ اور ۲۵ لاکھ کے محاصل کا علاقہ

خالصہ قرار دے دیا۔

(ملاحظہ ہو Memoirs of Babur p. 663)

شاہ ولی اللہ صاحب کے زمانہ میں خالصہ کی کمی سے بادشاہ کی زندگی پر جو اثر پڑا تھا، اس کا حال ایک معاصر مورخ، مصنف تاریخ عالمگیر ثانی کی زبانی سُنئیے۔ لکھتا ہے

"صوبہ دہلی کے پرگنے اور چند دیگر صوبوں کے پرگنے جو خالصہ میں شامل تھے

اور جن سے بادشاہ کے خانگی ملازمین کی تنخواہیں ادا ہوتی تھیں، اب ہاتھ سے

نکل گئے تھے۔ سہارنپور جس کے محاصل جاگیرداروں کے حوالے کر دیئے

گئے تھے، اب نجیب خاں روہیلہ کے قبضہ میں تھا، آگرہ کے قریب کے

علاقے جاٹوں کے پاس تھے مبجھے پور کے مادھو سنگھ نے نارنول وغیرہ

کے علاقوں پر تسلط کر لیا تھا، نتیجہ یہ تھا کہ ایک محل بھی خالصہ میں نہ تھا،

.... نوبت بانیجا رسید کہ بادشاہ کے دسترخوان کے لئے بھی روپیہ نہ

رہا۔ بیگمات بہت سے اخراجات اپنی جیب خاص سے کرتی تھیں"

(تاریخ عالمگیر ثانی، قلمی نسخہ ص ۲۹-۲۸-۲۲)

نیز ملاحظہ ہو۔ Sarkar: Fall of the Mughal Empire II p. 35

سلہ جاگیر کا علاقہ بڑھانے سے مرکزی حکومت کے استحکام میں فرق آجاتا ہے، سلطنت کے اجزا میں نظم وضبط کا اعلیٰ معیار قائم نہیں رہ سکتا، مرکزی حکومت، جاگیرداروں کے رحم وکرم پر ہوتی ہے، فلسفۂ تاریخ کا ایک ناقابلِ تردید اصول ہے کہ:۔

"The more the jagirs, the more unhappy is the peasant and unstable is the government."

یعنی جتنی زیادہ جاگیریں ہوں گی اُتنی ہی حکومت کمزور اور کاشتکار پریشان ہوں گے۔

شاہ صاحبؒ کی نگاہ حقیقت بیں تھی، اُنھوں نے جاگیرداری کو بالکل ختم کرنے کا مشورہ نہیں دیا کہ ایسی صورت میں جاگیردار حکومت کے خلاف متحد ہو جاتے، اور سیاسی ابتری اور انتشار میں اضافہ ہو جاتا۔ شاہ صاحبؒ مشورہ دیتے ہیں کہ چھوٹے منصب داروں کو جاگیریں نہ دی جائیں اور پھر اس کی وجوہات بتاتے ہیں۔

۵ - منصب داری کے مختلف پہلوؤں کے تفصیلی مطالعہ کے لئے ملاحظہ ہو

Abdul Aziz: "The Mansabdari System and the Mughal Army"

C.S.K. Rao Sahib: Some notes on Mughal Mansabs, J.I.H. XVI p 50-62.

۶ - حق یہ ہے کہ قرون وسطیٰ کے سیاسی اور سماجی نظام میں ایک خاص طبقہ پر اخلاقی اصول کی اہمیت حاصل تھی۔ مثلاً حاجی کو بدترین اخلاقی مجرم کہا جاتا تھا۔ دولت لحمین میں حضرت نظام الدین اولیاء کا قول نقل کیا گیا ہے۔

"بزرگ حقے است حقِ نمک ... حقِ آں نگاہ تواند داشت"

قلمی نسخہ ۷ (ب)

برنی (صفحہ ۵۴۵/۵۵۳) عفیف (ص ۶۹) تاریخ مبارک شاہی صفحہ ۵۶

تاریخ داؤدی (ص ۳۴۳ ایلیٹ) وغیرہ سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

پروفیسر محمد حبیب صاحب نے "خزائن الفتوح" کے مقدمہ میں اس پر تفصیلی گفتگو کی ہے

ملاحظہ ہو:۔ The Campaigns of Sultan Alauddin Khalji, p. XV

اٹھارویں صدی میں نمک حرامی کو ایک آرٹ بنا لیا گیا تھا، اس صدی کی ساری تاریخ نمک حرامی اور غداری کی ایک طویل داستان ہے، کمزور فرماں روا ایسے سیاسی اور اخلاقی مجرموں کو سزا نہیں دیتے تھے، اس کے اثرات عوام پر بُرے پڑتے تھے۔ شاہ صاحب کے خیال میں سیاسی زندگی کی بہتری کا راز "نمک حرامی" کے خاتمہ میں تھا۔

اٹھارویں صدی میں مغل فوجوں کی حالت انتہائی خراب تھی، نظم وضبط اور فرمانبرداری کے بجائے بدنظمی اور حکم عدولی عام ہوگئی تھی۔ سر وولزلے ہیگ نے لکھا ہے۔

"سلطنت کے زوال کا ایک بڑا سبب فوجوں کی بدنظمی اور بے قاعدگی بھی تھی..... فوج کے اعلیٰ افسران آپس میں لڑتے رہتے تھے... دشمنوں سے پوشیدہ خط وکتابت کرتے تھے..... عام بدنظمی نے فوج کو ایک بے ترتیب ہجوم کی صورت دے دی تھی، نہ کوئی عسکری تربیت تھی نہ نظام... غیرحاضری

کی سزا بہت دی جاتی تو ایک دن کی تنخواہ کاٹ لی جاتی۔۔۔۔ فوجی جرائم کے لیے کوئی سزا نہ تھی، افسر کبھی بہت ہی زیادہ غصہ ہو جاتا تو گدھے پر بٹھا کر کیمپ میں گھموا دیتا۔۔۔۔۔۔ اس فوج میں نہ فاتحانہ عزم تھا نہ کوئی سپاہیانہ جذبہ"

Cambridge History of India Vol IV p. 324-75

نیز ملاحظہ ہو

Irvine: The Army of the Indian Mughals. p. 296-299.

احمد شاہ (۱۷۴۸-۱۷۵۴) کے زمانہ میں تین سال تک فوجیوں کی تنخواہیں ادا نہیں کی گئیں، مجبور ہو کر سپاہیوں نے شورش کی، محلوں کے دروازے روک کر کھڑے ہو گئے۔ ایک امیر کا جنازہ چار دن تک پڑا رہا اور فوجیوں نے اس وجہ سے دفن نہ ہونے دیا کہ اس نے تنخواہیں ادا نہیں کی تھیں۔ شاکر خاں پانی پتی نے لکھا ہے کہ احمد شاہ کے زمانہ میں عمارات شاہی کے ساز و سامان کی فہرست بنا کر دکانداروں کو دی گئی تھی تاکہ اس کو فروخت کر کے سپاہیوں کی تنخواہیں ادا کر دی جائیں (تذکرہ شاکر خاں، قلمی، صفحہ ۳۲)

Fall of the Mughal Empire Vol II p. 346-347.

نیز ملاحظہ ہو

فوجیوں کے افلاس کا اندازہ مصنف "تاریخ عالمگیر ثانی" کے اس بیان سے ہوتا ہے۔

"فوجیوں نے افلاس سے تنگ آکر اپنے گھوڑے بیچ دیئے تھے، پیدل فوج کے پاس وردیاں نہ رہی تھیں، جانوروں کو چارہ نہ ملتا تھا اس وجہ سے وہ مرنے لگے تھے، فوجی اپنے گھروں سے باہر نہ نکلتے تھے، اور بعض اوقات شاہی

سواری کی ہمراہی میں بھی نہ ہوتے تھے" تاریخ عالمگیر ثانی (قلمی) ص ۱۵-۲۳ وغیرہ

نیز ملاحظہ ہو

Fall of the Mughal Empire Vol II p 37

ے ۹ مرکزی حکومت کی نااہلی اور بادشاہوں کی سستی اور عدم توجہی کی اس سے
بڑھ کر مثال ملنی مشکل ہے کہ انھوں نے خالصہ کے علاقہ میں بھی ٹھیکہ دینے کی رسم جاری
کردی تھی، اوّل تو اس زمانہ میں خالصہ کا علاقہ تھا ہی کتنا یعنی دہلی سے پالم تک۔
پھر جب اس کے محاصل وصول کرنے میں بھی بادشاہوں کو دقت ہونے لگے تو تبلکے جہانداری
کو تار تار کردینا ہی بہتر ہے۔ بابر کے سیاسی تدبر کا ذکر اس سے پہلے (نوٹ ۳۰) میں
گذر چکا ہے کہ اس نے بہار میں بھی خالصہ کا علاقہ رکھا، اسی کے جانشین یہ تھے کہ دہلی
کے خالصہ کا انتظام کرنے سے معذور تھے۔

ص ۵ ۔ اس خط کے عنوان میں مکتوب الیہ کا نام ظاہر نہیں کیا گیا، لیکن اس کے مطالعہ
سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا مخاطب احمد شاہ ابدالی ہی ہے۔

(الف) شاہ صاحب نے شروع میں ہندوستان کے حالات اور واقعات
جس طرح بیان کئے ہیں اُن کا مخاطب ایک غیر ملکی ہی ہوسکتا ہے
ہندوستان کے کسی بادشاہ کو اس طرح جغرافیائی اور تاریخی تفصیلات
بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔

(ب) اسی خط میں فرماتے ہیں۔ " لاجرم بر آں حضرت فرض عین است

قصدِ ہندوستان کردن"

(س) چونکہ احمد شاہ ابدالی کو یہ خط لکھ رہے ہیں اس لئے جہاں مغل بادشاہ احمد شاہ کا ذکر آیا ہے وہاں پسر محمد شاہ لکھا ہے

(ش) نجیب الدولہ کے نام خطوط سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کو احمد شاہ ابدالی کے حملوں کا علم رہتا تھا۔

ص ۹ الف۔ شاہ صاحبؒ نے جن صوبوں اور حکومتوں کا یہاں ذکر کیا ہے اُن کے مختصر تاریخی حالات کے لئے ملاحظہ ہو

تاریخ فرشتہ، جلد دوم

طبقاتِ اکبری جلد سوم

ص ۱۱ گجرات کا صوبہ جغرافیائی، اقتصادی، تجارتی، عسکری اور سیاسی اعتبار سے نہایت اہم تھا، دکن پر تسلّط قائم رکھنے کے لئے اس پر اقتدار ہونا ضروری تھا، مغلیہ بادشاہوں نے اس علاقہ کو اپنے قبضہ سے نکال کر جس سیاسی بصیرت کے فقدان کا ثبوت دیا اُس کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

Irvine : Later Mughals
Vol II p. 165 - 215

ص ۱۲۔ صوبہ مالوہ، جمنا سے نربدا تک پھیلا ہوا تھا، اس کے مغرب میں راجپوتانہ اور مشرق میں بندھیلکھنڈ تھا۔ سلطنتِ مغلیہ کے لئے اس کی جغرافیائی پوزیشن اور

زراعتی اہمیت بے حد زیادہ تھی، جنوبی اور شمالی ہندوستان کے درمیان یہ کڑی کی مانند تھا۔ افیون، گنا، انگور، چھالیہ وغیرہ کی زبردست کاشت یہاں ہوتی تھی۔ صنعت وحرفت میں گجرات کے بعد اس کی اہمیت سب سے زیادہ تھی۔ شمالی ہندوستان سے دکن کو جانے والی فوجوں کو مالوہ سے ہی گزرنا پڑتا تھا، مرہٹوں اور شمالی ہندوستان کے درمیان یہ پشتے کی مانند تھا، اس کے نکل جانے کے بعد مرہٹوں کا طوفان کف بر دہان اُمنڈنے لگا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

Raghubir Sinh: Malwa in Transition p109-111

Irvine: Later Mughals Vol II p. 242- 245.

سے ۱۳ مرہٹوں نے اپنا اقتدار کس طرح بڑھایا؟ اس کے لئے ملاحظہ ہو

Sarkar: Fall of the Mughal Empire Vol I p. 67-76 سیکشن — "How the Maratha power spread over the Mughal Empire"?

مرہٹوں کے اقتدار کا عوام پر اقتصادی اثر کیا پڑا؟ طباطبائی نے لکھا ہے:

"بلیتے دارند کہ ہر جا دست یابند، وجوہِ معاش جمیع خلقِ خدا بند کردہ بطرفِ خود می کشند، بزمینداری ومقدمی وعملِ پٹواری گری باقی نگذاشتہ، اساسِ دارتان کارہائے مذکورہ را از بیخ وبن برکندہ بنیاد

دخل وتصرف خود قائم کنند، سیر المتاخرین ۔

اس کے بعد صاحب "سیر المتاخرین" نے ایک زبردست معاشی اور اقتصادی حقیقت کو اس طرح مذہبی انداز میں بیان کیا ہے۔

"رازق مطلق تعالی شانہ" کہ	رازق مطلق اللہ تعالی جو
روزی رسان ہندو مسلمان است	ہندو مسلمان دونوں کا روزی پہنچانے
برات رزق اصناف خلائق بر ہیں	والا ہے، اسی نے ہر ایک کی روزی
زمین نوشتہ، تمام ایں مملکت بر	کا حصہ اسی سرزمین (ہند) میں مقرر
یک قوم حسبہ طور مسلم	فرمایا ہے، یہ سلطنت کسی ایک قوم کے
نواند ماند"	فائدہ کیلئے کس طرح مخصوص کی جاسکتی ہے

۱۴۔ چوتھ سے مراد لگان کا وہ چوتھائی حصہ ہے جو مرہٹے جبراً مغلیہ سلطنت کے اُن دور افتادہ علاقوں سے وصول کرتے تھے جو اُن کے رحم وکرم پر تھے ۔

مورخوں نے اس کی نوعیت کے متعلق مختلف رائیں ظاہر کی ہیں۔ رانا ڈے نے لکھا ہے کہ اس کی ادائیگی کے بعد وہ علاقے کسی تیسری طاقت کے حملوں سے محفوظ ہو جاتے تھے اور یہ بالکل ولزلی کے Subsidiary System کے مانند تھا

سرکار کا خیال ہے کہ اس ٹیکس کے دینے کے بعد صرف مرہٹوں کے حملوں سے نجات مل جاتی تھی - مرہٹوں پر دوسری طاقتوں کے حملہ سے بچانے کی کوئی ذمہ داری عائد ہوتی تھی، چوتھ، ڈاکوؤں کو خریدنے کا ایک طریقہ تھا، سار دیسائے نے

لکھا ہے کہ یہ خراج تھا جو مفتوحہ علاقوں سے لیا جاتا تھا۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

Sarkar: Shivaji and his Times p. 407-408

Sarkar: History of Aurangzeb Vol IV p. 262-3

Sen: Military System of the Maratha p 28-53

Sen: Administrative System of the Marathas, p. 111.

۱۵ ۔ سخت ناانصافی ہوگی اگر یہ سمجھا جائے کہ شاہ صاحبؒ غیر مسلم جماعتوں سے تعصب کی بنا پر یہ لکھ رہے ہیں، مرہٹوں کی ہنگامہ آرائیوں سے ہندو اور مسلمان سب ہی متاثر ہوتے تھے۔

بنگال کا مشہور شاعر گنگارام، بنگال پر ان کے حملوں کا حال لکھتا ہے

"برگیوں نے دیہاتوں کو لوٹنا شروع کر دیا..... کچھ لوگوں کے انھوں نے ہاتھ، ناک اور کان کاٹ لئے، کچھ کو مار ڈالا، خوبصورت عورتوں کو وہ رسیوں میں باندھ کر لے گئے، جب ایک بار گی زنا کر چکا تھا تو دوسرا کرتا تھا۔ عورتیں چیخیں مارتی تھیں..... انھوں نے گھروں کو آگ لگا دی اور ہر طرف لوٹ مار کرتے ہوئے گھومے"

سر جدو ناتھ سرکار نے گنگارام کی یہ عبارت نقل کی ہے اور لکھا ہے

کہ مرہٹوں کی زنا کے معاملہ میں بہت بری شہرت تھی۔ ملاحظہ ہو

Fall of the Mughal Empire Vol I p. 87.

پرتگالی مصنفوں نے بھی مرہٹوں کی ان حرکتوں پر کانوں میں انگلیاں دی تھیں ملاحظہ ہو۔

Pissurlencar: Portugueses e Maratas (ii) p. 49.

بنگال کے ایک مشہور پنڈت ونیشور ودیاپتی نے ۱۷۴۴ء میں مرہٹوں کے ہنگاموں اور مظالم کا ذکر نہایت دردانگیز لہجے میں کیا ہے۔ ملاحظہ ہو

Fall of the Mughal Empire I p. 88.

ان سب بیانات کے پیشِ نظر، شاہ صاحب کے اس جملہ پر غور کیا جائے تو اس کی صداقت کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

سطر ۱۶ ـ جمنا کے جنوبی علاقہ میں آگرہ سے دہلی تک جاٹ آباد تھے، اُن کی مشرقی سرحد چنبل تھی اس علاقہ میں اُن کی ہنگامہ آرائی کا یہ عالم تھا کہ مرکزی حکومت کا ناک میں دم آگیا تھا بقولِ سرکار "دہلی اور آگرہ کی سڑک پر ایسا کا شاہ برداشت نہیں کیا جاسکتا تھا" Fall, Vol I p 369 دہلی سے آگرہ نقل و حرکت میں بڑی احتیاط برتنی پڑتی تھی دکن کو اجمیر ہوتی ہوئی جو فوجیں جاتی تھیں وہ اسی علاقے سے گزرتی تھیں۔

بہادر شاہ کے زمانہ میں اس سڑک کی مخدوش حالت کا اندازہ دستور الانشا

کے مطالعہ سے ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو دستور الانشاء از یار محمد۔ ص ۱۳۰

۱۷۱۲ء میں جب ڈچ نمائندے اس علاقہ سے گزرے تو انھوں نے بھی ان

ہنگاموں کو دیکھا۔ Later Mughals I, p 321

جان سرمن (John Surman) جون ۱۷۱۵ء

میں یہاں سے گزرا تھا، اُس نے بھی جاٹوں کی اِن سوزحرکتوں کا ذکر اپنی ڈائری میں

کیا ہے Orme Collections p1694

ش۱۶ الف۔ شاہ جہاں کے عہد میں جاٹوں نے ایک مرتبہ زبردست شورش برپا کی تھی۔

۱۰۴۷ھ / ۱۶۳۷ء میں متھرا کا فوجدار مرشد قلی خاں اُن سے لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔

ش۱۷ سرجدو ناتھ سرکار، "تاریخ اورنگ زیب جلد پنجم ص ۷ - ۲۹۶ پر لکھتے ہیں

"اورنگ زیب کی شمالی ہندوستان سے غیر حاضری کا فائدہ دو نئے جاٹ

لیڈروں، راجہ رام اور رام چہرہ نے اُٹھایا۔ ...... راجہ رام کی قانون شکن

حرکتوں کو آگرہ کا گورنر صفی خاں بھی نہ روک سکا، جاٹوں نے راستے بند کر دیئے

اور بہت سے علاقوں کو لوٹا۔ اور اکبر کے مقبرہ کو لوٹنے کے لئے سکندرہ کا

رُخ کیا، لیکن میر ابو الفضل نے جو وہاں کا فوجدار تھا بہادری سے مقابلہ کیا

اور باغی کو آگے نہ بڑھنے دیا۔ راجہ رام نے مشہور تورانی افسر اصغر خاں

کا سامان لوٹا ...... اصغر خاں جاٹوں سے لڑتا ہوا مارا گیا "

ش۱۸ مئی ۱۶۸۶ء کو اورنگ زیب نے مشہور جنرل خان جہاں کو کلتاش ظفر جنگ کو

جاٹوں کے مقابلہ کے لئے بھیجا، خان جہاں کو شکست ہوئی تو اورنگ زیب

کو خطرہ کی نوعیت کا اندازہ ہوا اور اپنے لڑکے اعظم کو جاٹوں کی سرکوبی کے

لئے روانہ کیا۔ اعظم ابھی برہان پور ہی پہنچا تھا کہ شہنشاہ نے اُس کو واپس بلا لیا

اور اعظم کے بڑے بیٹے بیدار بخت کو جو اُس وقت ۱۷ سال کا تھا جاٹوں کے

مقابلہ کے لئے بھیجا (دسمبر ۱۶۸۷ء) یہاں شاہ صاحبؒ کا اشارہ بیدار بخت

ہی کی طرف ہے۔

۱۹ھ شاید یہاں شاہ صاحبؒ کا اشارہ راجہ بشن سنگھ (جے پور) کی طرف ہے لیکن

راجہ بشن سنگھ نے جاٹوں کے استیصال میں بڑا زبردست کام کیا تھا اور اس وقت

بیدار بخت سے اس کی مخالفت کا کوئی واقعہ نظر سے نہیں گذرا۔ راجہ بشن سنگھ نے

اورنگ زیب سے تحریری عہد کیا تھا کہ وہ جاٹوں کے مشہور قلعہ "سنسنی" کو برباد

کردے گا" (تاریخ اورنگ زیب ج ۵ صفحہ ۳۰۰)

سرکار نے لکھا ہے کہ راجہ بشن اپنے باپ اور دادا کی طرح بڑے

منصب کی آرزو رکھتا تھا، اور اس لئے یہ اہم کام انجام دینے کا وعدہ کیا

تھا۔ سنسنی کا محاصرہ بیدار بخت نے کیا تھا، ممکن ہے راجہ کو شہزادہ

سے اسی لئے مخالفت پیدا ہو گئی ہو کہ ایسا اہم کام جس کے لئے اُس نے اپنے آپ

کوشش کیا تھا شہزادے کے سپرد کیوں کر دیا گیا۔

۲۰ھ فرخ سیر کے زمانہ میں چورامن کے ہنگاموں کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔

Irvine: Later Mughals, Vol I p. 321-27.

شاہ صاحب نے جس مہم کی طرف اشارہ کیا ہے اس کے مفصل واقعات اروِن نے بیان کئے ہیں۔ چوڑامن نے قطب الملک وزیر کو ۲۰ لاکھ روپیہ رشوت دے کر اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ فرخ سیر کو صلح کر لینے کا مشورہ دے۔

(اروِن جلد اول ص ۳۲۶)

راجہ جے سنگھ (جو چوڑامن کے خلاف بھیجا گیا تھا) اس مصالحت کے خلاف تھا اس کا خیال تھا کہ چوڑامن کی طاقت کے ختم ہونے میں زیادہ عرصہ نہیں لگے گا، اس کے بغیر مشورہ یہ صلح کرلی گئی۔ فرخ سیر خود اس صلح کے لئے آمادہ نہ تھا لیکن قطب الملک نے مجبوراً صلح کرائی، جب چوڑامن دہلی آیا تو فرخ سیر نے اس کو صرف ایک مرتبہ دربار میں آنے دیا، دوسری مرتبہ دربار میں حاضری کی اجازت نہ دی۔

Irvine: Later Mughals I p. 327

قطب الملک کے چال چلن اور سیاسی ہنگاموں کے لئے ملاحظہ ہو۔

Sarkar: Fall of the Mughal Empire Vol I p10-11

۲۱) تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو

Irvine: Later Mughals II p 120-124

۲۲) محمد شاہ (۱۷۱۹-۱۷۴۸) کا بیٹا احمد شاہ تھا جو اس کے بعد تخت پر

بیٹھا۔ یہاں شاہ صاحبؒ نے اس کا نام لکھنے کے بجائے پسر محمد شاہ لکھا ہے

ایسا عمداً کیا ہے، شاہ صاحبؒ احمد شاہ ابدالی کو خط لکھ رہے ہیں اس لئے اس کا

نام لکھنا سوء ادب خیال کیا۔

۲۳ھ صفدر جنگ، سعادت خاں صوبہ دار اودھ کا داماد تھا، ۱۷۳۹ء میں سعادت خاں

کے انتقال پر اودھ کا صوبہ دار ہو گیا، اور اٹھارویں صدی کی سیاست میں

کافی حصہ لیا۔ مختصر حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

Fall, Vol I pp. 22-24, 442-448

۲۴ھ ۹ رمئی ۱۷۵۳ء کو سورج مل جاٹ نے پرانی دہلی کو لوٹا تھا، سر جدو ناتھ سرکار نے

اس کا تفصیلی ذکر اپنی کتاب Fall Vol I p480 3

میں کیا ہے۔ لکھا ہے۔

"وزیر کو خود لڑنے میں تامل تھا، اس لئے سورج مل کو آگے بڑھا دیا

اس نے پرانی دہلی کو خوب لوٹا ...... عام لوگوں پر سخت مصیبت آئی

بہت لوگوں نے خودکشی کر لی ...... جاٹوں کے اس ہنگامہ کو لوگ

جاٹ گردی کے نام سے یاد کرتے تھے"

ہر چرن داس مصنف چہار گلزار شجاعی کا بیان ہے کہ جب جاٹوں نے

لوٹنا شروع کیا تو دہلی کے باشندے گھبراہٹ اور پریشانی میں گھر سے نکل کر کھڑے

ہوئے، وہ در بدر گلی بہ گلی مارے پھرتے تھے، بالکل اس طرح جیسے کوئی لوٹا ہوا

جہاز ظالم موجوں کے رحم و کرم پر ہو، پاگلوں کی طرح ہر شخص پریشان حال اور
گھبرایا ہوا نظر آتا تھا"۔ (قلمی نسخہ ص 410)

ش ۲۵ صفدر جنگ کے خلاف بادشاہ کی تفصیلی کارروائی کے لئے ملاحظہ ہو۔

Sarkar : Fall of the Mughal Empire Vol I. p. 483-500.

ش ۲۶۔ سراج الدولہ کی طرف اشارہ ہے جو ۱۷۵۶ء میں علی وردی خاں کے انتقال کے
بعد بنگال کا صوبہ دار ہوا تھا۔

ش ۲۷ گداگری کے دو حسرتناک واقعات کے لئے ملاحظہ ہو

Fall of the Mughal Empire, Vol II p 37

ش ۲۷ الف۔ ملاحظہ ہو سیر المتاخرین صفحہ ۸۷۰

طباطبائی نے لکھا ہے کہ سلطنت اور شہنشاہ اس وقت بے معنی الفاظ ہو کر
رہ گئے تھے۔

ش ۲۷ ب ملاحظہ ہو

Fall of the Mughal Empire I p 481

ش ۲۸ نادر شاہ کے حملے نے مغلیہ سلطنت کی کمزور عمارت کو متزلزل کر دیا تھا۔
سرکار نے لکھا ہے کہ نادر شاہ کے حملے نے دہلی سلطنت کا ایک مرکز تباہ کر دیا
(Fall Vol I p VII) شاہانِ مغلیہ کا سیاسی اقتدار خاک میں

مل گیا۔ کرنال کے میدان میں بیس بارہ ہزار سپاہیوں کا خون ہوا۔ دہلی کے تقریباً ۲۰ ہزار نفوس تہ تیغ ہوئے۔ ہندوستان کی بعض نئی طاقتوں کا عروج بھی اسی وجہ سے ہوا، دہلی کی سلطنت اتنی کمزور ہو گئی کہ ان نئی طاقتوں کا مقابلہ نہ کر سکی پروفیسر سری رام گپتا نے بتایا ہے کہ سکھوں نے اس حملہ سے بے حد فائدہ اٹھایا اور پنجاب میں لوٹ مار کی۔

History of the Sikhs, p. 3-4

۲۹ھ قرآن پاک ۴۸ : ۲۹

۳۰ھ قرآن پاک ۵ : ۵۹

۳۱ھ ______

۳۲ھ قرآن پاک ۴۸ : ۲۵

۳۳ھ۔ صفدر جنگ نے سورج مل جاٹ کو اپنے ساتھ ملا لیا تھا، ملاحظہ ہو

Fall of the Mughal Empire Vol II p. 435

۳۴ھ یعنی احمد شاہ (۱۷۴۸ - ۱۷۵۴) جیسا کہ آگے آنے والی عبارت سے ظاہر ہے۔

۳۵ھ احمد شاہ کی والدہ کا نام اودھم بائی تھا، اس نے اس زمانہ کی سیاست میں بڑا حصہ لیا تھا، احمد شاہ نے اس کو بائی جیو صاحبہ، نواب قدسیہ صاحبہ الزمانی، صاحب جیو صاحبہ اور قبلۂ عالم وغیرہ کے خطابات یکے بعد دیگرے دیئے تھے

احمد شاہ کے عہد میں سارا انتظامِ مملکت اسی کے ہاتھ میں پہنچ گیا تھا۔ بڑے بڑے امرا اور افسران روزانہ اُس کی ڈیوڑھی پر حاضر ہوتے تھے، وہ پردے کے پیچھے سے ساری عرضیاں اور کاغذات سنتی تھی اور اُن پر احکامات لکھواتی تھی

ف ۳۶ رفیع الدولہ، بہادر شاہ بن اورنگ زیب کا منجھلا بیٹا تھا، ساداتِ بارہہ نے ۴ رجون ۱۷۱۹ء کو رفیع الدرجات کو تخت سے اتار کر رفیع الدولہ کو تخت پر بٹھایا تھا، اُس نے کل چار مہینے اور ۱۶ دن حکومت کی۔ ۲۱ ستمبر ۱۷۱۹ء کو درگاہ خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ میں دفن کیا گیا۔

ف ۳۷ روشن اختر، بہادر شاہ بن اورنگ زیب کا چوتھا بیٹا تھا۔ رفیع الدولہ کے بعد ابوالفتح ناصر الدین محمد شاہ بادشاہ غازی کے لقب سے تخت پر بٹھایا گیا ۱۷۴۸ء تک حکومت کی۔

ف ۳۸ یہاں شہزادہ محمد ابراہیم کی طرف اشارہ ہے جس کو عبداللہ خاں (سید بارہہ) نے محمد شاہ کی زندگی میں ۱۵ اکتوبر ۱۷۲۰ء کو تخت پر بٹھادیا تھا، تھوڑے ہی دنوں کے بعد محمد شاہ نے اس کو پکڑ بلوایا اور جیل خانہ میں ڈلوادیا۔ جہاں ۳۰ جنوری ۱۷۴۶ء کو اس کا انتقال ہوگیا۔

ف ۳۹ ۔ احمد شاہ، محمد شاہ کے بعد تخت نشین ہوا تھا، اس کے دورِ حکومت کے حالات کے لئے ملاحظہ ہو۔

Sarkar: Fall of the Mughal Empire, Vol I Chapter VIII

۵۴۰ نادر شاہ کا قتلِ عام ۱۱ مارچ ۱۷۳۹ء (بروز اتوار) ۹ بجے صبح سے شروع ہوا تھا اور ۲ بجے دوپہر تک جاری رہا۔

۵۴۱ احمد شاہ ابدالی نے جب پانچویں بار (۱۷۵۷ء) ہندوستان پر حملہ کیا تو جاٹوں کی طرف خاص طور سے توجہ کی۔ اس حملہ کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو۔

Fall, Vol II. p. 114-125

۵۴۲ بارہہ ضلع مظفر نگر (یو، پی) میں ایک قصبہ ہے، سید برادران جنہوں نے انیسویں صدی کی سیاست میں نمایاں حصہ لیا تھا، اسی جگہ کے باشندے تھے۔

۵۴۳ بوڈھانہ اور کھتولی، ضلع مظفر نگر (یو، پی) کے دو قصبات ہیں کھتولی میں پھلت ایک چھوٹا سا گاؤں ہے، پھلت کو شاہ ولی اللہ صاحب کے مولد ہونے کا شرف حاصل ہے۔

۵۴۴ احمد شاہ ابدالی کے حملوں کے لئے ملاحظہ ہو ضمیمہ

۵۴۵ اس زمانہ میں شاہ صاحب کے قلب و جگر پر ملّت کی پریشان حالی کا کچھ ایسا اثر تھا کہ "غربا" ہی کا لفظ ان کی زبان سے نکلتا تھا۔ وصیت نامہ میں لکھتے ہیں۔

"ما مردم غریبیم کہ در دیارِ ہندوستان آبائے ما بغربت افتادہ اند"

(وصیت نامہ ص ۲۰۲)

۵۴۶ قرآنِ پاک ۷ : ۱۹۶

۵۴۷ شاہ صاحب صرف وظیفہ بتا دینے پر اکتفا نہیں کرتے عمل کی تلقین بھی

سامنے ساتھ کرتے ہیں، یہ شاہ صاحب کا مخصوص انداز ہے، اُن کی نظر میں کامیابی کا انحصار "دعا" اور "عمل" دونوں پر تھا۔

۴۸۔ قریۃ الصالحین سے مُراد پھلت ہے شاہ صاحب پھلت ہی میں پیدا ہوئے تھے اپنی پیدائش گاہ کی سلامتی کا خیال شاہ صاحب کو ہر وقت رہتا تھا، اس سے قبل بھی ایک مکتوب میں اپنی تشویش کا اظہار کیا ہے۔

۴۹۔ یہ متنبّی کا مصرع ہے جس کا صدر یہ ہے۔

ماکل ما یتمنی المرء یدرکہ

۵۰۔ احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۵۲ء میں کشمیر پر حملہ کیا تھا حملہ کی تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو۔
Islamic Culture, Vol XI No 4 p. 499-500

۵۱۔

۵۲۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات میں متعدد جگہ اس شعر کو استعمال کیا ہے یہاں شاہ صاحب بالکل اسی ذہنی کیفیت میں اس کو نقل کرتے ہیں۔

۵۳۔ صفدر جنگ کی نظر میں روہیلوں کی طاقت کانٹے کی طرح کھٹکتی تھی، جب وہ برسرِ اقتدار آیا تو اس نے روہیلکھنڈ کی سند قطب الدین خاں نبیرۂ عظمت اللہ خاں سابق گورنر مراد آباد کے نام دربار شاہی سے جاری کرا دی، قطب الدین سات ہزار فوج اکٹھا کر کے عازمِ روہیلکھنڈ ہوا، حافظ الملک نے اس قصد سے باز رکھنا چاہا، مجبوراً حافظ الملک نے جنگ کی، رام گنگا کے کنارے جنگ ہوئی اور قطب خاں مارا گیا،

شاہ صاحبؒ نے یہ خط آصف جاہ کو اس وقت لکھا ہے جبکہ قطب خاں کا ہنگامہ شروع ہوا تھا، اس میں پیشن گوئی بھی کی ہے کہ "سر سبز نخواہد شد" ملاحظہ ہو گلستانِ رحمت ،،

Life of Hafiz ool Mulk, p. 28

Cambridge History of India IV p 424

Fall of the Mughal Empire I p. 377

۵۴؎ ستمبر اکتوبر ۱۷۵۷ء میں گرانیٔ غلہ کا یہ عالم تھا کہ روپیہ کے ۹ سیر گیہوں ملتے تھے، مونگ کی دال روپیہ کی آدھ سیر، ماش کی دال روپیہ کی پانچ سیر، دہلی میں [illegible] تک گراں ہو گئی تھیں

Fall of the Mughal Empire II p154

۵۵؎ قرآنِ پاک ۸ : ۴۷

۵۶؎ ۱۱۶۱ھ مطابق ۱۷۴۸ء۔

قتل و غارتگری کی یہ انتہا ہے کہ دہلی رجب سے شعبان تک لٹتی رہی اور مغلیہ سلطنت بالکل بے بس رہی، تاریخوں میں اس لوٹ کا تفصیلی حال نہیں ملتا، بہر حال ان حالات میں کوئی تعجب کی بات نہیں کہ مسلمانوں نے حد درجہ مایوسی کی حالت میں "جوہر" کرکے اپنے آپ کو ختم کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

ضمیمہ جات

شاہ ولی اللہ دہلویؒ کی سوانح اور تصانیف

حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنے حالات اور سوانح میں ایک مختصر رسالہ "الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف" تصنیف فرمایا تھا۔ یہاں ہم فارسی عبارت کا اُردو میں خلاصہ پیش کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

"یہ فقیر ۴ر شوال ۱۱۱۴ھ بروز چہارشنبہ طلوع آفتاب کے وقت پیدا ہوا تاریخی نام "عظیم الدین" نکالا گیا۔ ولادت سے پہلے خود والدین اور چند صلحا نے میرے بارے میں بہت سے بشارتی خواب دیکھے تھے جن کو بعض دوستوں نے مستقل رسالہ "القول الجلی" میں بھی جمع کر دیا ہے۔ عمر کے پانچویں سال مکتب میں بٹھا دیا گیا۔ ساتویں سال والد ماجد نے نماز روزہ شروع کرایا اور اسی سال "رسم سنت" عمل میں آئی۔ اور جیسا کہ یاد رہ گیا ہے اسی سال قرآن پاک ختم ہوا اور فارسی تعلیم شروع ہوئی یہاں تک کہ دسویں سال شرح ملا جامی پڑھ لی اور مطالعہ کتب کی استعداد پیدا

ہوگئی۔ چودھویں ہی برس میں شادی کی صورت پیدا ہوگئی۔ اور والد ماجد نے اس معاملہ میں انتہائی عجلت سے کام لیا۔ اور جب سسرال والوں نے والد ماجد کے تقاضوں کے جواب میں سامان شادی تیار نہ ہونے کا عذر کیا تو آپ نے اُن کو لکھ بھیجا کہ میری یہ جلد بازی بلا وجہ نہیں ہے۔ بلکہ اس میں کوئی راز ہے۔ لہٰذا یہ مبارک کام بلا تاخیر ہی ہو جانا چاہیئے۔ چنانچہ والد بزرگوار کے اصرار سے اسی سال یعنی چودھویں ہی برس میں شادی ہوگئی۔ اور وہ راز بعد میں اس طرح ظاہر ہوا کہ نکاح سے تھوڑے ہی دن بعد میری خوش دامن کا انتقال ہوگیا۔ اس سے چند ہی روز بعد میری اہلیہ کے نانا نے وفات فرمائی پھر چند ہی دنوں میں عم بزرگوار شیخ ابوالرضا محمدؒ قدس سرہ کے صاحبزادے شیخ فخر عالم نے وفات پائی۔ اور یہ صدمہ ابھی تازہ ہی تھا کہ میرے بڑے بھائی شیخ صلاح الدین کی والدہ ماجدہ نے داغ مفارقت دیا۔ ان صدمات کے ساتھ ہی والد ماجد پر ضعف اور مختلف قسم کے امراض کا غلبہ ہوا اور دیکھتے دیکھتے آپ کی وفات کا سانحہ عظیم بھی پیش آگیا۔ ان حوادث کے پیہم گذر جانے پر معلوم ہوا کہ شادی کے متعلق والد ماجد کی عجلت فرمائی میں کیا راز تھا۔ درحقیقت اگر اس وقت یہ کام اس طرح عجلت سے انجام نہ پاتا تو ان حوادث کی وجہ سے پھر مدتوں بھی اس کا موقع نہ آسکتا تھا۔

شادی سے ایک سال بعد یعنی پندرہ سال کی عمر میں والد ماجد کے

ہاتھ پر میں نے بیعت کی اور مشائخ صوفیہ بالخصوص حضرات نقش بندیہ کے اشغال میں لگ گیا۔ اور توجہ و تلقین اور آداب طریقت کی تعلیم و خرقہ پوشی کی جہت سے میں نے اپنی نسبت کو درست کیا۔ اسی سال بیضاوی کا ایک حصہ پڑھ کر گویا ان دیار کے مروجہ نصاب تعلیم سے فراغت حاصل کی۔ والد ماجد نے اس تقریب میں بڑے پیمانے پر خواص و عوام کی دعوت کی اور مجھے درس کی اجازت دی۔ جن علوم و فنون کا درس اس ملک میں مروج ہے۔ ان میں ذیل کی کتابیں میں نے سبقاً سبقاً پڑھیں۔ حدیث میں پوری مشکوٰۃ شریف سوائے "کتاب البیوع" سے "کتاب الاداب" تک کے تھوڑے حصے کے، اور صحیح بخاری کتاب الطہارۃ تک اور شمائل ترمذی کامل، اور تفسیر میں تفسیر بیضاوی اور تفسیر مدارک کا ایک حصہ، اور حق تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک بہت بڑی نعمت مجھ پر یہ ہوئی کہ کامل غور و فکر اور مختلف تفاسیر کے مطالعہ کے ساتھ والد ماجد کے درس قرآن میں مجھے حاضری کی توفیق ملی اور اس طرح میں نے کئی بار حضرت سے متن قرآن پڑھا اور یہی میرے حق میں "فتح عظیم" کا باعث ہوا۔ اور علم فقہ میں شرح وقایہ اور ہدایہ پوری پڑھیں اور اصول فقہ میں حسامی اور توضیح تلویح کا کافی حصہ اور منطق میں شرح شمسیہ پوری اور شرح مطالعہ کا کچھ حصہ اور کلام میں شرح عقائد مع حاشیہ خیالی اور شرح مواقف کا بھی ایک حصہ ــ اور سلوک و تصوف میں عوارف اور رسائل نقشبندیہ وغیرہ اور علم الحقائق میں شرح رباعیات مولانا جامی،

لوائح، مقدمہ شرح لمعات اور مقدمہ نقد النصوص، اور فن خواص اسمار و آیات میں والد ماجد کا خاص مجموعہ اور طب میں موجز اور فلسفہ میں شرح ہدایۃ الحکمۃ وغیرہ اور نحو میں کافیہ اور اس کی شرح از ملا جامی اور علم معانی میں مطول اور مختصر المعانی اس قدر جتنے یہ ملا زادہ کا حاشیہ ہے اور ہیئت و حساب میں بعض مختصر رسالے پڑھے۔ اور الحمد للہ کہ اسی تحصیل کے زمانہ میں ہر فن سے خاص مناسبت پیدا ہو گئی، اور اس کے خاص مسائل اور اہم مباحث میرے ذہن کی گرفت میں آ گئے۔

میری عمر کے سترھویں سال والد ماجد مریض ہوئے اور اسی مرض میں واصل برحمت حق ہو گئے۔ اور اس مرض وفات ہی میں مجھے بیعت و ارشاد کی اجازت مرحمت فرمائی۔

خدا تعالیٰ کا ایک بڑا احسان یہ ہے کہ حضرت والد ماجد جب تک رہے اس فقیر سے بے حد راضی رہے اور اسی رضامندی کی حالت میں اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ حضرت والد کو جیسی توجہ میرے حال پر رہی ایسی ہر باپ کو اپنے بیٹوں کے ساتھ نہیں ہوتی۔ میں نے کوئی باپ، کوئی استاد، اور کوئی مرشد ایسا نہیں دیکھا جو اپنی اولاد یا اپنے کسی شاگرد یا مرید کی طرف اس قدر توجہ اور شفقت رکھتا ہو جو حضرت والد ماجد کو میرے ساتھ تھی۔

پھر حضرت کی وفات کے بعد بارہ سال تک کتب دینیہ اور معقولات کے

درس میں اشتغال رہا اور ہر علم و فن میں غور کرنے کا موقع ملا۔

مذاہب اربعہ کی فقہ اور ان کی اُصول فقہ کی کتابوں اور اُن احادیث کے غائر مطالعہ کے بعد جن سے وہ حضرات اپنے مسائل میں استناد فرماتے ہیں "نور غیبی" کی مدد سے "فقہاء محدثین" کا طریقہ دل نشین ہوا۔ غرض والد ماجد کی وفات سے ۱۲ برس اس طرح گذرنے کے بعد حرمین شریفین کی زیارت کا شوق پیدا ہوا۔ اور آخر سنہ ۱۱۴۳ھ میں یہ فقیر حج سے مشرف ہوا۔ اور سنہ ۱۱۴۴ھ میں مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی مجاورت اور شیخ ابو طاہر قدس سرہ اور دیگر مشائخ حرمین شریفین سے اخذ روایت حدیث کی سعادت حاصل کی۔ مدینہ منورہ میں قیام کے دوران میں روضہ حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم میری توجہ کا خاص مرکز رہا۔ اور الحمد للہ کہ مجھ فقیر پر اس دربار قدسی سے بے پایاں فیوض و برکات کی بارش ہوئی۔ نیز اس سفر مبارک میں حرمین شریفین اور عالم اسلامی کے بہت سے علمائے کرام کے ساتھ خوب رنگین صحبتوں کا موقع ملا۔ حضرت شیخ ابو طاہر مدنی قدس سرہٗ کی طرف سے تمام طرق صوفیہ کا جامع خرقہ بھی اسی بابرکت سفر میں عنایت ہوا۔

پھر سنہ ۱۱۴۴ھ کے آخر میں حج سے مکرر مشرف ہو کر اوائل سنہ ۱۱۴۵ھ میں وطن واپس آیا۔ اور ۱۴ رجب سنہ ۱۱۴۵ھ کو ٹھیک جمعہ کے دن بفضلہٖ صحیح سلامت وطن مالوف دہلی پہنچ گیا۔ بہ تعمیل ارشاد "واما بنعمۃ ربک فحدث" بعض خاص انعامات الٰہیہ کا بھی تذکرہ کرتا ہوں۔

حق تعالیٰ کا عظیم ترین انعام اس بندہ پر یہ ہے کہ اس کو خلعت فاتحیہ" بخشا گیا ہے اور اس آخری دور کا افتتاح اس سے کرایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں جو کام مجھ سے لیئے گئے ہیں وہ یہ ہیں کہ "فقہ" میں جو "مرضی" ہے اس کو جمع کیا گیا اور فقہ حدیث کی از سر نو بنیاد رکھ کر اس فن کی پوری عمارت تیار کی گئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام احکام و ترغیبات بلکہ تمامی تعلیمات کے اسرار و مصالح کو اس طرح منضبط کیا گیا کہ اس فقیر سے پہلے کسی نے یہ کام اس طرح نہیں کیا تھا۔

نیز سلوک کا وہ طریقہ جس میں حق تعالیٰ کی مرضی ہے اور جو اس دور میں کامیاب ہو سکتا ہے مجھے اس کا الہام فرمایا گیا۔ اور میں نے اس طریق کو اپنے دو رسالوں "ہمعات" اور "الطاف القدس" میں قلمبند کر دیا ہے۔

ایک کام مجھ سے یہ لیا گیا کہ متقدمین اہل سنت کے عقائد کو میں نے دلائل و براہین سے ثابت کیا اور معقولیوں کے شکوک و شبہات کے خس و خاشاک سے ان کو قطعی پاک کر دیا۔ اور ان کی تقریر بحمد للہ ایسی کہ جس کے بعد کسی بحث کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔ علاوہ ازیں کمالاتِ اربعہ ابداع، خلق، تدبیر، اور تدلّی کی حقیقت اور نفوس انسانیہ کے استعدادات کا علم مجھے عطا فرمایا گیا۔ اور یہ دونوں ایسے علم ہیں کہ اس فقیر سے پہلے کسی نے ان کے کوچہ میں قدم بھی نہیں رکھا۔ اور حکمت عملی (کہ اس دور کی صلاح و فلاح اسی سے وابستہ بلکہ اسی میں منحصر ہے) مجھے بھرپور

دی گئی۔ اور کتاب وسنت و آثار صحابہ سے اس کی تطبیق و تفصیل کی توفیق بھی نصیب ہوئی۔ اس سب کے سوا مجھے وہ ملکہ عطا فرمایا گیا جس کے ذریعہ سے میں تمیز کر سکتا ہوں کہ دین کی اصل تعلیم جو فی الحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی ہے وہ کیا ہے اور وہ کیا کیا باتیں ہیں جو بعد میں اس میں ٹھونسی گئی ہیں۔"

تصانیف

(۱) فتح الرحمٰن
(۲) الفوز الکبیر
(۳) فتح الخبیر
(۴) مصفٰے
(۵) مسوٰی
(۶) حجۃ اللہ البالغہ
(۷) لبدور البازغہ
(۸) ازالۃ الخفاعن خلافۃ الخلفاء
(۹) قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین
(۱۰) انصاف
(۱۱) عقد الجید
(۱۲) تحفہ الموحدین
(۱۳) شرح تراجم ابواب صحیح بخاری
(۱۴) مجموعہ رسائل اربعہ
(۱۵) تفہیمات الہیہ
(۱۶) خیر کثیر
(۱۷) فیوض الحرمین
(۱۸) الدر الثمین فی مبشرات النبی الامین
(۱۹) انفاس العارفین
(۲۰) انسان العین
(۲۱) القول الجمیل
(۲۲) انتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ
(۲۳) الطاف القدس
(۲۴) سطعات

(۲۵) ہمعات

(۲۶) لمعات

(۲۷) مکتوبات فی مناقب امام بخاری و ابن تیمیہ۔

(۲۸) مکتوب المعارف مع مکاتیب ثلثہ

(۲۹) سرور المحزون

(۳۰) الجزء اللطیف

(۳۱) المقالۃ الوضیۃ فی الوصیۃ والنصیحۃ

(۳۲) شفاء القلوب

(۳۳) زہراوین

(۳۴) تاویل الاحادیث

(۳۵) ہوامع شرح حزب البحر

(۳۶) العقیدۃ الحسنہ

(۳۷) المقدمۃ السنیہ

(۳۸) چہل حدیث

(۳۹) شرح رباعیتین

(۴۰) مآثر الاجداد

(۴۱) العطیۃ الصمدیہ

(۴۲) فتح الودود فی معرفۃ الجنود

(۴۳) مسلسلات

شاہ ولی اللہ کے ہمعصر سلاطین مغلیہ

حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی کی ولادت سنہ ۱۱۱۴ھ / ۱۷۰۳ء میں اور وفات سنہ ۱۱۷۶ھ / ۱۷۶۲ء میں ہوئی تھی۔ اس مدت میں مندرجہ ذیل شاہان مغلیہ تخت پر آئے ۔

(۱) اورنگ زیب عالمگیر (۱۶۵۸-۱۷۰۷)

(۲) بہادر شاہ اول (۱۷۰۷-۱۷۱۲)

(۳) معزالدین جہاندار شاہ (۱۷۱۲-۱۷۱۳)

(۴) فرخ سیر (۱۷۱۳-۱۷۱۹)

(۵) نیکوسیر (۱۷۱۹)

(۶) رفیع الدرجات (۱۷۱۹)

(۷) رفیع الدولہ (۱۷۱۹)

(۸) محمد شاہ (۱۷۱۹-۱۷۴۸) - محمد ابراہیم - (۱۷۲۰)

(۹) احمد شاہ (۱۷۴۸-۱۷۵۴)

(۱۰) عالمگیر ثانی (۱۷۵۴-۱۷۵۹)

(۱۱) شاہ عالم (۱۷۵۹-۱۸۰۶)

احمد شاہ ابدالی

۱۷۳۷ء میں جب نادر شاہ نے قندھار پر لشکر کشی کی تو ایک شخص احمد خاں نامی جنگی قیدی کی حیثیت سے اس کے پاس لایا گیا۔ نادر شاہ اس سے بہت متاثر ہوا۔ اور اس کو یساول بنا کر اپنے ذاتی خدمت گاروں میں شامل کر لیا۔ اپنی خداداد صلاحیتوں کی بنا پر اس نے بہت جلد ترقی کر لی اور وہ نادر شاہ کے نہایت اعلیٰ اور معتبر فوجی افسروں میں شمار ہونے لگا۔ بعد ازاں نادر شاہ نے اس کو خزانہ کا مہتمم بنا دیا[۱] اور اس پر مزید اعتماد کا اظہار کیا۔ گلستان رحمت میں لکھا ہے کہ وہ نادر شاہ کی مجلس کا رکن بھی ہو گیا تھا۔[۲] نادر شاہ اس کے متعلق کھلے دربار میں کہا کرتا تھا کہ اس نے ایران۔ توران اور ہندستان میں کوئی شخص ایسی خوبیوں اور صلاحیتوں کا نہیں دیکھا جیسا کہ احمد خان ہے۔ نادر شاہ کی مہمات پر احمد خاں اکثر اس کے ساتھ ہوتا تھا۔ جب ۹ ذی الحجہ ۱۱۵۱ھ المطابق ۹ مارچ ۱۷۳۹ء کو نادر شاہ،

۱؎ خزانہ عامرہ۔ ص ۹۷۔ ماثر الامراء جلد دوم۔ ص ۱۹۷ مہتمم خزانہ کو منک باشی کہتے تھے ۲؎ گلستان رحمت (قلمی نسخہ)

محمد شاہ کے محل میں فاتح کی حیثیت سے داخل ہوا تو احمد خاں، دیوان عام کے پاس نظام الملک چن قلیچ خاں آصف جاہ کے ساتھ بیٹھا۔ نظام الملک نے جب اس کا چہرہ دیکھا تو بلندی اور عظمت کے آثار نظر آئے۔ اور پیشین گوئی کی کہ یہ شخص ضرور بادشاہ بنے گا۔ یہ خبر کسی طرح نادر شاہ کے کانوں تک پہونچ گئی۔ اس نے احمد خاں کو اپنے پاس بلایا اور جیب سے چاقو نکال اس کے کان تھوڑے تھوڑے کاٹ دیئے اور کہا[۱] "جب تم بادشاہ ہو جاؤ گے تو ان کو دیکھ کر میری یاد تازہ ہو جائے گی"

۲ رجب ۱۱۶۰ھ/۱۷۴۷ء کو نادر شاہ اپنے کیمپ میں مارا گیا۔ اس کے مرتے ہی سلطنت میں انتشار اور بد نظمی پیدا ہوگئی۔ احمد خاں نے حالات سے فائدہ اٹھایا اور افغانستان میں آزاد حکومت کی بنا ڈال دی۔

احمد شاہ نے دُرِّ دوراں[۲] کا لقب اختیار کیا۔ بعد کو اسی نسبت سے

---

[۱] تاریخ احمد شاہی (قلمی)، تاریخ سلطانی [۲] نادر شاہ کے قتل کے بعد جب احمد شاہ افغانستان کو بھاگا تو لاہور کے ایک درویش کو اپنے ساتھ لیا۔ شاہ صابر نے نادر شاہ کے قتل سے تین دن پہلے پیشین گوئی کی تھی کہ احمد شاہ بادشاہ ہوگا۔ ابھی افغانستان بھی نہ پہونچے تھے کہ شاہ محمد صابر نے احمد خاں سے بادشاہت کا اعلان کرنے کا اصرار کیا۔ احمد خاں نے تامل کیا تو مٹی کے ایک ڈھیر پر زبردستی بٹھا دیا اور کہا یہ تمہارا تخت ہے پھر گیہوں کا ایک خوشہ سر پر رکھا اور کہا تم دُرِّ دورانی بادشاہ ہو، سیر المتاخرین ج ۳ ص ۱۶ تاریخ حسین شاہی (قلمی)

اس کا خاندان دُرانی کہلانے لگا۔ ابدالی[1] ایک مشہور افغان قبیلہ کا نام ہے جس سے احمد شاہ منسلک تھا۔

احمد شاہ نے ہندوستان کے حالات کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ تخت نشینی سے پہلے وہ کئی بار ہندوستان آیا تھا۔ یہاں کی دولت، مرکز کی کمزوری، امراء کی مفسدانہ حرکتیں۔ سب اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں۔ چنانچہ ۱۷۴۷ء سے ۱۷۶۹ء تک اس نے ہندوستان کو نو بار زیر و زبر کیا۔ ان حملوں کے اسباب مختلف تھے۔ بعض مرتبہ وہ خود آیا، بعض مرتبہ بلایا گیا۔ ۱۷۶۰ء میں اس کا چھٹا حملہ بالکل مختلف نوعیت کا تھا۔ ہندوستان کے حالات سے بددل ہونے کے بعد سنجیدہ امراء، بالغ نظر علماء اور مشائخ نے اس کو یہاں آنے کی دعوت دی تھی۔ طباطبائی نے لکھا ہے:۔

"نجیب الدولہ در اجہائے ہندوستان از دست مرہٹہ و عماد الملک بجاں آمادہ زوال دولت و ملک خود از دست بردِ مرہٹہ برائے العین مشاہدہ نمود عرائض استدعا

---

[1] قبیلہ کا نام ابدالی پڑنے کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ احمد شاہ کے اجداد میں سے ایک بزرگ خواجہ ابو احمد ابدال چشتیؒ کے مرید تھے۔ اور اسی نسبت سے ابدالی مشہور ہو گئے تھے۔ بعد کو ان کے قبیلہ کا نام ہی ابدالی مشہور ہو گیا۔ ملاحظہ ہو تاریخ حسین شاہی از سید ابو المحاسن حسین الحسینی (قلمی)، ص ۶

بخدمت احمد شاہ ابدالی نگاشتہ خواناں درود او شادند"

(سیر المتاخرین)

احمد شاہ بعض اعتبار سے اپنے عہد کے نہایت ہی ممتاز حکمرانوں میں تھا۔ اس کی صلاحیت جہانبانی، تدبر، عسکری لیاقت کا اعتراف اس کے مخالفین تک نے کیا ہے۔ اس نے اپنے ملک کو غلامی سے نجات دلائی۔ اور افغان علاقہ کو جو اس وقت چھوٹی چھوٹی منتشر ریاستوں پر مشتمل تھا۔ ایک مضبوط سیاسی سانچہ میں ڈھال کر "افغانستان" کی شکل دی۔

احمد شاہ مذہبی رجحانات کا آدمی تھا۔ علماء و مشائخ کا ہجوم اس کے گرد رہتا تھا۔ پشاور۔ لاہور۔ اور بٹالہ کے مشائخ کی خدمت میں وہ اکثر حاضر ہوا ہے۔ دہلی اجمیر اور پانی پت کے مزارات پر اس نے عقیدت سے حاضری دی ہے۔ جنگ پانی پت کے اگلے دن وہ حضرت بو علی شاہ قلندرؒ کے مزار پر نیازمندانہ گیا تھا۔ ہر جمعرات کی شب میں وہ علماء و مشائخ کو کھانے پر بلاتا تھا اور مذہبی معاملات پر گفتگو کرتا تھا۔ وہ خود نہایت پابند شرع سنّی تھا۔

ان تمام مذہبی دلچسپیوں کے باوجود وہ انتہائی غیر متعصب اور وسیع النظر تھا۔ اس کے ملک میں شیعہ، ہندو، عیسائی سب پوری مذہبی آزادی کے ساتھ رہتے تھے۔ افغانستان کی تجارت ہندوؤں کے ہاتھ میں تھی۔ ایران کے شمالی علاقہ سے نادر شاہ نے عیسائیوں کو لاکر کابل میں بسا دیا تھا۔ ہندوادہ

عیسائی دونوں اطمینان کے ساتھ افغانستان میں زندگی بسر کرتے تھے اس کی تصدیق ۱۷۸۳ء میں جارج فورسٹر نے کی تھی [1]

فیریر نے لکھا ہے کہ مشرقی ممالک کی بہت سی خرابیوں سے احمد شاہ مبرا تھا۔ شراب نوشی، افیون وغیرہ سے اجتناب کلی کرتا تھا۔ لالچ اور منافقانہ حرکتوں سے پاک تھا۔ مذہب کا سخت پابند تھا۔ اس کی سادہ لیکن باوقار عادتیں اس کو ہر دلعزیز بنا دیتی تھیں۔ اس تک پہونچنا آسان تھا۔ وہ انصاف کا خاص خیال رکھتا تھا۔ کبھی کسی نے اس کے فیصلہ کی شکائت نہیں کی۔" [2]

۲۰ رجب ۱۱۸۶ھ مطابق ۲۳ اکتوبر ۱۷۷۲ء کو ابدالی کا انتقال ہوا۔

---

[1] ملاحظہ ہو

"A Journey from Bengal to England ! Vol I

[2] ملاحظہ ہو

"History of the Afghans

احمد شاہ ابدالی کے حملے ہندستان پر

احمد شاہ ابدالی نے ۱۷۴۷ء سے ۱۷۶۹ء تک ہندوستان پر نو حملے کیئے۔ سات حملے شاہ ولی اللہ صاحب کی زندگی میں ہوئے تھے۔

پہلا حملہ ۱۷۴۷ء میں پنجاب پر ہوا تھا۔ احمد شاہ نے لاہور اور سرہند پر بغیر مقابلہ کے قبضہ کر لیا۔ لیکن جب آگے بڑھا تو منو پور کے مقام پر مغلوں کی فوجوں نے حملہ کیا اور احمد شاہ کو شکست کھا کر واپس ہونا پڑا۔[۱]

۱۷۵۰ء میں احمد شاہ ابدالی نے دوسری بار پنجاب پر حملہ کیا۔ صفدر جنگ نے مغل بادشاہ احمد شاہ کے اصرار پر ابدالی کے خلاف مرہٹوں سے معاہدہ کیا۔ لیکن یہ معاہدہ بارآور نہ ہوا۔ معین الملک نے جو لاہور کا وائسرائے تھا ابدالی سے صلح کر لی اور پنجاب کا کچھ علاقہ احمد شاہ کے حوالہ کر دیا۔[۲]

---

[۱] آنند رام مخلص نے اپنے تذکرہ میں اس حملہ کا مفصل ذکر کیا ہے۔ نیز ملاحظہ ہو۔
Sarkar Fall Of The Mughal Empire Vol I M. 207-233

[۲] تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو۔ Sarkar Fall Of The Mughal Empire vol I P. 417-419

تاریخ احمد شاہی کے مصنف کا بیان ہے کہ اس علاقہ کو حوالہ کر دینے کی ہدایت مغل شہنشاہ نے کی تھی۔[۱]

احمد شاہ ابدالی کا تیسرا حملہ[۲] ۱۷۵۱ء میں ہوا۔ معین الملک نے حملہ کی خبر سنکر ۹ لاکھ روپئے ابدالی کے پاس بھیجے تاکہ یہ رقم لے کر وہ واپس ہو جائے لیکن اس نے پیش قدمی کو جاری رکھا۔ معین الملک، ابدالی سے جنگ کرنے کے لیئے آمادہ نہ تھا۔ لاہور کے ایک بااثر تاجر کوڑامل نے حملہ آور سے صلح کرنے کی سخت مخالفت کی۔[۳] بالآخر یہ ہی طے ہوا کہ جنگ کی جائے۔ کوڑامل میدان جنگ میں مارا گیا۔ اس کے مرنے سے معین الملک کی ہمت ٹوٹ گئی صلح کی پیش کش کی گئی۔ احمد شاہ ابدالی نے جواب میں کہلا بھیجا "میں کوڑامل سے نمٹنا چاہتا تھا۔ اب وہ ختم ہو گیا۔ تم جاؤ، اطمینان سے رہو، میں نے جتنے روپیے کا مطالبہ کیا تھا وہ بھیج دو"[۴]

۱۔ تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو۔ Elliot & Dowson, Vol VIII P 114-115

۲۔ حملہ کی تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو۔

Sarkar: Fall Of The Mughal Empire Vol I-P.427-28.

۳۔ Elliot & Dowson, Vol VIII P.167.

۴۔ Elliot & Dowson, Vol VIII P.122-123

۱۷۵۲ء میں چوتھی بار ابدالی ہندوستان پر حملہ آور ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ احمد شاہ ابدالی نے کشمیر کے گورنر سے مطالبہ کیا تھا کہ وہ اس کے اقتدار اعلیٰ کو تسلیم کرے۔ گورنر نے انکار کیا تو ابدالی نے حملہ کر دیا۔ رنجیت دیو (۱۷۸۱ء۔ ۱۷۳۵ء) راجہ جموں نے نہایت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن کامیابی نہ ہوئی اور کشمیر احمد شاہ ابدالی کے قبضہ میں پہونچ گیا۔[1]

احمد شاہ ابدالی کے پانچویں حملہ کی نوعیت پہلے چار حملوں سے بالکل مختلف تھی۔ اس مرتبہ (۱۷۵۶ء) وہ خود نہیں آیا تھا بلکہ بلایا گیا تھا۔ عالمگیر ثانی نے اپنے مغرور وزیر عماد الملک غازی الدین سے چھٹکارا حاصل کرنے کیلئے ابدالی کو مدعو کیا تھا۔[2] فرحت الناظرین کے ایک بیان سے ایسا خیال ہوتا ہے کہ عالمگیر ثانی نے نجیب الدولہ کے ذریعہ اس کو دعوت نامہ بھیجا تھا۔[3]

---

[1] اس حملہ کی تفصیل کے لیئے ملاحظہ ہو۔
Islamic Culture vol XI NO. 4, P. 499-500

[2] Law de lauriston · Memoire sur quelqnes affaires D,L empire mogal (1756-1761) P. 159
Erancklin History of the Reign. of Shah Aulum. P4

[3] Elliot & Douson Vol viii P. 163.

بہر حال احمد شاہ ابدالی آیا۔ محل میں عالمگیر ثانی سے ملاقات کی[1] تمام ملک سے وکیلوں کو بلوایا گیا۔ اور انہوں نے احمد شاہ کو نذریں پیش کیں۔ جاٹوں کے سردار کے علاوہ سب نے ابدالی کے اقتدار کو تسلیم کر لیا۔ ابدالی نے غازی الدین کو معطل کر کر عالمگیر کے سب سے بڑے بیٹے علی گوہر کو نائب سلطنت مقرر کیا[2] اور اپنے بیٹے کی شادی عالمگیر ثانی کی بھتیجی سے کی۔[3] اس کے بعد ابدالی نے جاٹوں کے علاقہ کا رُخ کیا۔ اس مہم میں غازی الدین نے اس کی بے حد مدد کی۔ ابدالی اتنا خوش ہوا کہ عالمگیر کو لکھا کہ اس کو پھر وزیر مقرر کر دیا جائے۔ عالمگیر ثانی نے مودبانہ انکار بھی کیا۔ لیکن ابدالی نے قلمدان وزارت غازی الدین کے حوالہ کر دیا۔[4] اور نجیب الدولہ کو امیر الامراء مقرر کر دیا۔

ابدالی کا چھٹا حملہ ۱۷۶۰-۶۱ء میں ہوا۔ پنجاب سے مرہٹوں نے ابدالی

---

[1] Elliot & Douson Vol VIII P. 241.

[2] Francklin: History of the reign of Shah Aulum P.P. 5-6

[3] Elliot & Douson Vol VIII P. 265

[4] Francklin P.P. 6-7

کے بیٹے اور جہاں خاں کو بھگا دیا تھا۔ ابدالی کو اس کا بدلہ لینا تھا۔ ادھر یہاں مرہٹوں کے غلبہ کو دیکھ کر نجیب الدولہ، شاہ ولی اللہ دہلویؒ اور چند امرائے اقتدار نے احمد شاہ سے امداد کی درخواست کی۔ اس جنگ کا حال مقدمہ میں بیان کیا جا چکا ہے ۱؎۔

ابدالی نے سنہ ۱۷۶۳ء میں ساتواں حملہ ہندوستان پر کیا۔ اس حملہ کا مقصد سکھوں کی ہنگامہ آرائی کو روکنا تھا۔ سنہ ۱۷۶۷ء میں ابدالی نے آٹھویں بار حملہ کیا۔ اس وقت یہ مشہور ہو گیا تھا کہ احمد شاہ ابدالی کا مقصد انگریزوں کو بنگال سے نکالنا ہے۔ انگریزوں نے فوج کا ایک دستہ الہ آباد بھیج دیا تھا تاکہ اس کا مقابلہ اودھ میں کیا جا سکے۔ ۱۷۶۹ء میں ابدالی نے آخری بار سکھوں پر حملہ کیا۔

۱؎ جنگ پانی پت کے تفصیلی حالات کے لیئے ملاحظہ ہوں۔

Sarkar: fall of the Mughal empire Vol II p 298-372

Casi Raja Pundit: An account of the last battle of Panipat edited by H.G: Rawlinson. G.A. Malleson: Afghanistan, P. 289-291-

اس موقع پر اس کی فوج کے بارہ ہزار سپاہیوں نے غداری کی اور ابدالی کو مجبوراً کابل واپس ہونا پڑا۔[1]

---

[1] Islamic Culture
Vol XI P.506-507

نجیب الدولہ

پشاور سے ۲۵ کوس کے فاصلہ پر ایک گاؤں منری ہے۔ اسی مقام پر[1]
۱۷۰۸ء میں نجیب الدولہ پیدا ہوا تھا۔ یہاں اس کو نہ تعلیم حاصل کرنے کے مواقع
ملے نہ زندگی بسر کرنے کا کوئی ذریعہ ملا۔[2] تلاش معاش میں دوآب کے علاقہ
میں آگیا۔ اللہ نے اسے بے پناہ صلاحیتیں عطا فرمائی تھیں۔ ۱۷۴۳ء میں آنولہ
پہونچکر علی محمد خاں کے یہاں ملازم ہو گیا۔ شروع میں بارہ سوار اس کے نیچے رکھے
گئے تھے۔ جلد ہی وہ ترقی کر گیا اور کئی سو سوار اس کی ماتحتی میں رہنے لگے۔
کچھ عرصہ بعد علی محمد خاں کو شہنشاہ نے سرہند کا گورنر مقرر کیا۔ نجیب خاں،
اس کے ہمراہ گیا۔ علی محمد خاں کو اس کی صلاحیتوں کے پرکھنے کا موقع ملا۔ جب
علی محمد خاں، سرہند سے آنولہ واپس آیا تو دوندے خاں نے (جس کی لڑکی
در بیگم سے نجیب کی شادی ہو چکی تھی) چاندپور۔ نگینہ۔ بجنور وغیرہ کے علاقہ

---

[1] نجیب التواریخ" از نصیر الدین (قلمی نسخہ حبیب گنج) ص ۱

[2] نجیب التواریخ۔ ص ۵ (ب)

نجیب کے سپرد کر دیئے۔

جب صفدر جنگ اور مرہٹوں نے افغانوں پر حملہ کیۓ تو نجیب خاں نے اپنی شجاعت اور بہادری کے جوہر دکھائے۔ حافظ الملک نے اس کو ایک ہزار سوار پر جملہ دار مقرر کر دیا۔

سنہ ۱۷۵۳ء میں احمد شاہ اور صفدر جنگ میں رسہ کشی شروع ہوئی نجیب خاں نے ایک عالم مولوی نذر محمدؒ کے وعظ سے متاثر ہو کر بادشاہ کی امداد کا تہیہ کر لیا۔ اور ایک ہزار سوار کے ساتھ دہلی روانہ ہو گیا۔ راستہ میں روہیلوں کو اپنے ساتھ شریک کرتا رہا۔ یہاں تک کہ دس ہزار آدمی اس کے ساتھ ہو گئے۔ عماد الملک نے شہنشاہ کی خدمت میں پیش کیا اور نجیب خاں کو نجیب الدولہ کا خطاب اور پنج ہزاری منصب عطا ہوا۔ نجیب الدولہ نے اس جنگ میں اپنی مردانگی اور شجاعت کا پورا پورا ثبوت دیا۔ بادشاہ نے فوجوں کی تنخواہ کے عیوض میں دوآب کا علاقہ عطا فرمایا۔ نجیب خاں چار ماہ بعد اپنے علاقہ میں واپس آیا۔ اب اس کی حیثیت بدل گئی تھی۔ شاہانِ مغلیہ سے اس کا براہ راست تعلق ہو گیا تھا۔ دہلی کی سیاست میں اس کا حصہ ہو گیا تھا۔ ترقی کرتے کرتے وہ دہلی کا ڈکٹیٹر ہو گیا۔ سنہ ۱۷۶۱ء سے سنہ ۱۷۷۰ء تک وہ دہلی کی سب سے بڑی شخصیت تھا۔ تمام سیاست اس کے گرد گھومتی تھی اور وہ سارا نظام حکومت اپنے کاندھوں پر سنبھالے

ہوئے تھا۔

نجیب الدولہ کو علوم رسمی کی تعلیم یقیناً نہیں ملی تھی۔ لیکن اس میں تمام وہ خوبیاں تھیں جو محنت، دیانت داری، اور تجربہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ اس کی عسکری لیاقت بے پناہ تھی۔ وہ دشمنوں کی سازشوں کا توڑ کرنا جانتا تھا۔ ناساز حالات میں اس کی دوربین نگاہ صحیح راہ عمل دیکھ لیتی تھی۔ خود اعتمادی اور سیاسی بصیرت کی اس میں کبھی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ جب جواہر سنگھ کی فوج نے جس میں مرہٹے سکھ اور جاٹ تینوں شامل تھے۔ دہلی پر حملہ کیا تو اس نے مردانگی سے مقابلہ کیا۔ سر جدو ناتھ سرکار نے لکھا ہے۔

"ایک مورخ کی سمجھ میں یہ نہیں آتا کہ اس کی کس خوبی کی سب سے زیادہ تعریف کرے۔ میدان جنگ میں اس کی حیرت انگیز قیادت کی، یا مشکلات میں اس کے تیز نگاہی اور صحیح رائے کی، یا اس کی اس فطری صلاحیت کی جو اس کو انتشار اور ابتری میں ایسی راہ دکھا دیتی تھی جس سے نتیجہ اس کے موافق نکل آتا تھا۔"

— ج م ص ۱۶۱

نجیب الدولہ انتہائی قومی درد اور مذہبی جذبہ رکھنے والا انسان تھا۔ اس نے مغلیہ سلطنت کو بچانے کے لیئے وہی سب کچھ کیا جو سلجوقیوں نے خلفاء بنی عباس کے اقتدار کو قائم رکھنے کے لیئے کیا تھا۔ اس کی مذہبی دلچسپیوں کا یہ عالم تھا کہ شاہ عبدالعزیز صاحبؒ فرماتے ہیں۔

"نزد نجیب الدولہ نہ صد عالم بود،

ادنیٰ پنج روپیہ و اعلیٰ پانصد" ملفوظات ص ۸۱

روہیلکھنڈ کے ایک مشہور عالم حاجی محمد مہدی صاحب رح نے اس کی شان میں متعدد قصیدے لکھے ہیں۔ (ملاحظہ ہو انشاء مہدی (قلمی)

نجیب الدولہ نے نجیب آباد میں ایک مدرسہ قایم کیا تھا۔ اس مدرسہ کی اساس مدرسہ رحیمیہ کے اصول اور قواعد تھے۔ ولی اللّٰہی حکمت اور فلسفہ کی ترویج و اشاعت میں اس مدرسہ کا خاص حصہ تھا۔ مولانا عبید اللّٰہ سندھی مرحوم کے خیال کے مطابق شاہ ولی اللّٰہ کی سیاسی تحریک کا ایک زبردست مرکز مدرسہ نجیب آباد بھی تھا۔

نجیب الدولہ حضرت شاہ ولی اللّٰہ کے معتقدین خاص میں سے تھا۔ شاہ صاحب سے وہ اپنی مشکلات میں امداد و اعانت اور رہنمائی کی درخواست کیا کرتا تھا۔ ابدالی کو ہندوستان مدعو کرنے میں شاہ ولی اللّٰہ صاحب کے ساتھ وہ بھی شریک تھا۔ اس جنگ میں وہ مقدمہ الجیش کا افسر تھا۔ احمد شاہ جب ہندوستان سے واپس ہوا تو اس کو "امیر الامراء" مقرر کیا۔ سیر المتاخرین میں لکھا ہے۔

"نجیب الدولہ را مامور بودن شاہ جہاں آباد کرد" ص ۹۱۵

احمد شاہ ابدالی کا ہندوستان آنا، نجیب الدولہ کا اس کے ساتھ

شریک ہونا، مرہٹوں کی بڑھتی ہوئی طاقت کو ختم کرنا، اور پھر نجیب الدولہ کا امیر الامراء ہو جانا۔ یہ سب شاہ ولی اللہؒ کی کوششوں کا نتیجہ تھا۔

نجیب الدولہ نے ۳۱ اکتوبر سنہ ۱۷۷۰ء کو انتقال کیا۔ اس کی عدل گستری اور بالغ نظری کا یہ واقعہ ہمیشہ تاریخ میں یادگار رہے گا کہ وہ جب وقت بستر مرگ پر آخری سانس لے رہا تھا تو اس نے اپنی فوجوں کو (جو اس کے ساتھ ہاپوڑ کے مقام پر تھیں اور گڈھ کا میلہ ہو رہا تھا) حکم دیا کہ گنگا کے میلے میں آنے جانے والے ہندو یاتریوں کے جان و مال کی پوری حفاظت کی جائے۔ (سرکار۔ ج ۲ ص ۵۱۴)

نواب مجد الدولہ

نواب مجد الدولہ عبد المجید خاں، کشمیر کے رہنے والے تھے۔ وطن چھوڑ کر دہلی آ گئے تھے۔ کچھ دنوں عنایت اللہ خاں کے ساتھ رہے۔ اس کے انتقال کے بعد اعتماد الدولہ قمر الدین خاں کے ساتھ رہنے لگے۔ اور شاہی نوکری کر لی۔ مآثر الامراء میں لکھا ہے۔

" ازانجا کہ متصدی پختہ کار بود رفتہ رفتہ بعد واقعہ نادر شاہ در عہد فردوس آرام گاہ بدیوانی خالصہ و تن و از اصل و اضافہ بہ منصب شش ہزار سوار و عطائے علم و نقارہ و پالکی جھالر دار و خطاب مجد الدولہ بہادر بدرجہ بلند رتبگی تصاعد نمود۔"

جلد سوم ص ۸ — ۸۰۷

مفتاح التواریخ میں لکھا ہے:-

" نواب مجد الدولہ عبد المجید خاں کشمیری در عہد احمد شاہ بادشاہ دہلی عہدہ سیوم بخشی گری داشت در سنہ ۱۱۶۵ھ

فوت شد۔ سناتھہ سنگھ متخلص بہ بیدار تاریخش

بتعمیہ گفتہ ؎

حیف آں امیر دانا رفت از جہان فانی

واکرد بر رخ او رضوان در جناں را

تاریخ رحلتش را پرسیدہ از خرد گفت

فردوس باد مسکن عبدالمجید خاں را

یعنی اگر لفظ فردوس را با عدد عبدالمجید خاں یکجا کنی

تاریخ برآید" ص ۴۳۴

نواب عبدالمجید خاں کے انتقال (۱۱۶۵ھ/۱۷۵۱ء) کے بعد اُن کے لڑکے عبدالاحد خاں کو مجدالدولہ کا خطاب مل گیا تھا۔ عبدالاحد خاں مجدالدولہ نے بھی بڑا اقتدار حاصل کیا تھا۔ اور شاہ عالم بادشاہ کے مزاج میں بڑا دخل ہو گیا تھا۔ (ماثرالامراء ج ۳ ص ۸۰۸) جب دہلی میں نجف خاں کا اقتدار ہوا تو اس کو قید کر دیا گیا تھا۔ مجدالدولہ عبدالاحد خاں مذہبی حلقہ میں مقبول تھا۔ مرزا مظہر جانِ جاناںؒ ایک مکتوب میں لکھتے ہیں۔

"حال مردم ایں شہر از روزیکہ نجف خاں

آمدہ از شاہ تا گدا تباہ است و ذکر

خلاص مجدالدولہ بر زبان خاص عام

است تا خدائے تعالیٰ زود بظہور آرد" } مکتوب ۴۳ کلمات طیبات

مجدالدولہ عبدالمجید خاں کا۔ (جن کے نام شاہ ولی اللہ صاحب نے خط لکھا تھا) حال تاریخوں میں بہت مختصر ملتا ہے۔ لیکن ان کے بیٹے کے تفصیلی واقعات تاریخوں میں درج ہیں۔ ملاحظہ ہو۔

مآثر الامرا۔ ج ۳ ص ۸۰۷

Sarkar:- Fall of the Mughal Empire vol III

Chapter XXX

History of the reign of Shah Aulum, by Francklin Chapter VI

موخرالذکر کتاب میں ص ۸۰ پر مجدالدولہ کی تصویر کا عکس بھی دیا گیا ہے فرینکلن نے ۱۷۹۸ء میں کتاب لکھی تھی۔ اس لیئے یہ تصویر قابل اعتبار ہے۔

مولانا سیّد احمد (از مردم دیار روہیلہ)

اُن کا پورا نام مولانا سید احمد المشہور بہ شاہ جی بابا تھا۔ اپنے زمانہ میں روہیل کھنڈ کے باا ثر علماء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ تاریخوں میں ان کا نام ایک سفارت کی قیادت کے سلسلہ میں ملتا ہے۔

صفدر جنگ کو جب روہیلوں میں انتشار اور نفاق پیدا کرنے کا خیال پیدا ہوا تو نواب قائم خاں ابن نواب محمد خاں بنگش والی فرخ آباد کو روہیلکھنڈ کی سند دربار شاہی سے دلادی۔ تاکہ اس میں اور حافظ رحمت الملک میں ٹکراؤ پیدا ہو جائے۔ اور اس کشمکش میں جس کی بھی شکست ہو، بہر حال افغانوں کا ایک قوی بازو ٹوٹ جائے۔

قائم خاں ناتجربہ کار، نوجوان تھا۔ صفدر جنگ کے ہاتھوں میں کھیلنے لگا۔ حافظ الملک نے اسے سمجھانے کی کوشش کی لیکن بار آور نہ ہوئی۔ اور وہ ۱۳ر نومبر ۱۷۴۹ء کو ۵۰ ہزار فوج اور چار سو بڑی توپیں لے کر روہیل کھنڈ کی فتح کے ارادہ سے نکل کھڑا ہوا۔

حافظ الملک نے مولانا سید احمد کو معہ دواد۔ علماء کے قائم خاں

کو سمجھانے کے لیئے بھیجا۔ مولانا نے بڑی کوشش کی کہ قائم خاں جنگ سے باز آجائے۔ لیکن کچھ اثر نہ ہوا۔ بلکہ قائم خاں کے مہتمم محمود خاں نے نہایت اہانت آمیز لہجہ میں جواب دیا۔

"تم سید ہو۔ پیرزادے ہو۔ تم کو معاملات دنیا کا کیا حال معلوم تم کیوں اس قسم کے کاموں میں ہاتھ ڈالتے ہو" سید صاحب صلح سے، ناامید ہوکر حافظ الملک کے پاس واپس تشریف لائے اور تمام گفتگو کا اعادہ کرکے فرمایا۔

"آپ کو پوری خاطر جمعی کے ساتھ جنگ کرنی چاہیئے۔ انشاء اللہ فتح اور فیروزی نصیب ہوگی۔ کیونکہ جب میں مخالفوں کے پاس سے رخصت ہوا تو میں نے قائم خاں۔ محمود خاں اور دیگر حاضرین مجلس کے جسموں پر سر نہیں دیکھے"

(ملاحظہ ہو "گلستان رحمت" قلمی نسخہ
حیات حافظ رحمت خاں ص ۴۲ - ۱۴

Life of Hafiz-ool-Moolk,
p. 30

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سید احمدؒ نے روہیلوں کو ان کی طاقت کے استحکام اور مخالف قوتوں کے مقابلہ میں ہر طرح کی مدد دی۔

جب قطب الدین خاں نے روہیل کھنڈ پر حملہ کیا تو حافظ الملک نے چار شخصوں کو مدافعت کے لئے بھیجا۔ دوندے خاں۔ عبدالستار خاں۔ نجیب خاں اور مولانا سید احمدؒ کے صاحبزادے سید معصوم شاہ۔

(حیات حافظ رحمت خاں۔ ص ۳۹)

کتابیں جنکے حوالے درج ہیں

عربی - (۱) تفہیمات الٰہیہ۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ (مطبوعہ علمی مجلس ڈابھیل) (۲) فیوض الحرمین۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۳) حجۃ اللہ البالغہ۔ (دو جلد) شاہ ولی اللہ دہلویؒ (۴) الجامع الصغیر۔ سیوطی۔ (مطبع میمنیہ۔ مصر) (۴ الف) دیوان متنبی۔

فارسی :- (۵) تاریخ عالمگیر ثانی۔ مصنف نامعلوم (قلمی) (۶) سیر المتاخرین۔ سید غلام حسین خاں طباطبائی (مطبوعہ نولکشور) (۷) ملفوظات شاہ عبد العزیز۔ شائع کردہ قاضی بشیر الدین میرٹھی (مطبع مجتبائی میرٹھ) (۸) تاریخ فیروز شاہی۔ ضیاء الدین برنی۔ (ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ) (۹) راحت المحبین۔ ملفوظ شیخ نظام الدین اولیاء۔ از امیر خسرو (قلمی نسخہ) (۱۰) تاریخ فیروز شاہی عفیف (ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ) (۱۱) تاریخ مبارک شاہی۔ یحییٰ سرہندی (ایشیاٹک سوسائٹی کلکتہ) (۱۲) تذکرہ شاکر خاں۔ نواب شاکر خاں بن لطف اللہ خاں (قلمی) (۱۳) تاریخ فرشتہ۔ ہندو شاہ فرشتہ (نولکشور) (۱۴) طبقات اکبری۔ جلد سوم۔ نظام الدین بخشی (کلکتہ) (۱۵) دستور الانشاء۔ یار محمد (قلمی) (۱۶) چہار گلزار شجاعی۔ ہرچرن داس (قلمی) (۱۷) وصیت نامہ۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ (۱۸) مکتوبات مجدد الفثانی (۱۹) الجزء اللطیف فی ترجمۃ العبد الضعیف۔ شاہ ولی اللہ دہلویؒ۔ (۲۰) خزانہ عامرہ۔ غلام علی آزاد۔ (کانپور) (۲۱) ماثر الامراء۔ (ہرسہ جلد) (۲۲) گلستان رحمت محمد مستجاب خاں (قلمی نسخہ) (۲۳) تاریخ حسین شاہی۔ عماد الدین حسینی (قلمی نسخہ) (۲۴) تذکرہ آنندرام مخلص (مطبوعہ رام پور) (۲۵) عجیب التواریخ۔ نصیر الدین (قلمی نسخہ) (۲۶) انشاء مہدی حاجی محمد مہدی (قلمی نسخہ) (۲۷) مفتاح التواریخ۔ (۲۸) کلمات طیبات۔

اردو - شاہ ولی اللہ اور ان کی سیاسی تحریک۔ مولانا عبید اللہ سندھی (لاہور) حیات حافظ رحمت خاں۔ سید الطاف علی بریلوی (بدایوں) حیات ولی۔ مولوی رحیم بخش (دہلی)

Sir J. N. Sarkar .... Fall of the Mughal Empire, (3 Vols).

Prof. M. Habib .... The campaigns of Alauddin Khalji.

Dr. R. P. Tripathi .... Some Aspects of Muslim Administration

Abdul Aziz .... The Mansabdari System and the Mughal Army.

Cambridge History of India Vol. IV.

Irvine .... Later Mughals (2 Vols.)

Irvine .... The Army of the Indian Mughals

Raghubir Singh .... Malwa in transition.

Sarkar .... Shivaji and His Times.

Sarkar .... History of Aurangzeb Vol. IV.

Sen .... Military System of the Marathas

Sen .... Administrative system of the Marathas.

Pisurlencar .... Portuguesese Maratas.

H. R. Gupta .... History of the Sikhs.

Elliot .... Life of Hafizool Mulk.

George Forster .... A Journey from Bengal to England (London 1793) Vol. I

Ferrier ... History of the Afghans (London 1858)

W. Francklin .... History of the Reign of Shah Aullum, (London 1798).

Elliot & Dowson ... History of India as told by its own historians (Vol. VIII).

Law de Lauriston . Memoire Sur quelques affaires de L' Empire Mogol (1756 – 1761).

Rawlinson .... An Account of the Last Battle of Panipat (Casi Raja).

G. A. Malleson .... Afghanistan

ملنے کے پتے

۱- احتشام احمد نظامی - نفیس منزل - مسلم یونیورسٹی - علی گڈھ

۲- مولوی نسیم احمد فریدی - محلہ جھنڈا شہید - امروہہ ۔

Printed at the
M. U. Press, Aligarh
by Aziz Husain, Manager
166—1000